نعم انعام اللہ فی تذکرۃ امداد اللہ

بر صغیر کی ممتاز روحانی شخصیت۔ جامع شریعت و طریقت۔ عالم باعمل۔ شیخ المشائخ
عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی حیات مبارک کے ایمان افروز واقعات

المسمی ب

حضرت حاجی امداد اللہؒ

اس رسالہ میں عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی حیات مبارک کا روح پرور تذکرہ زیادہ تر حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات کی روسے کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے کس قدر محبت کرتے ہیں اور حضرت کے دل میں ان بزرگوں کی کتنی عظمت اور قدر و منزلت تھی۔

تالیف

حافظ محمد اقبال رنگونی

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی

ISLAMIC ACADEMY MANCHESTER
19, Chorlton Terrace off Upper Brook Street

نام کتاب ــــــــــــ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی
تالیف ــــــــــــ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی
اشاعت اوّل ــــــــــــ ۱۹۹۹ء
صفحات ــــــــــــ ۱۳۶
قیمت ــــــــــــ £2
ناشر ــــــــــــ اسلامک اکیڈیمی (مانچسٹر)

ملنے کا پتہ

۲/۱ دیو سماج روڈ سنت نگر لاہور

فہرست مضامین

گذارش احوال

مقدمہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حاجی صاحب کے محبوب خلفاء کرام

حاجی صاحب مولانا گنگوہی کی نظر میں

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

ہندوستان کی سر زمین میں اسلام کی جن مایہ ناز ہستیوں نے جنم لیاان میں شیخ المشائخ امام طریقت عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات گرامی بھی ہے آپ بر صغیر میں پیدا ہوئے لیکن پورے عالم اسلام میں آپ کی ولایت کا غلغلہ بلند ہوا اور ہر طبقہ نے آپ کو اپنے دور کا امام طریقت اور فن تصوف کا مجدد مانا۔

عارف باللہ حضرت حاجی صاحب نے درس نظامی پورا نہیں کیا تھا۔ اللہ نے آپ کو علم لدنی عطا کیا تھا جلیل القدر علماء آپ کے علم کے قائل ہوئے اور اپنی نسبت آپ سے کرنے میں فخر محسوس کرتے رہے ہر ایک نے تزکیہ باطن اور تصفیہ قلب کی دولت پانے کیلئے آپ کے در دولت پر حاضری دینے کو اپنی سعادت جانا۔

عارف باللہ حضرت حاجی صاحب کے علم و فضل اور آپ کے مرتبہ وعظمت کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ دار العلوم دیوبند کے تمام اکابر نے اپنا روحانی سلسلہ آپ سے قائم کیا اور آپ علماء دیوبند کے پیرو مرشد اور انکے سید الطائفہ سمجھے جاتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ وغیرہم جیسی مایہ ناز اور قابل فخر ہستیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور آپ کی تربیت ورہنمائی میں روحانیت کا سفر طے کیا اور اصلاح نفس اور مدارج قرب پانے کیلئے آپ کی رہنمائی میں چلے اور آپ سے خلافت بھی پائی۔

صرف علماء دیوبند ہی نہیں آپ سے مولانا عبد السمیع رامپوری اور مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ نے بھی بہت فیض پایا اور یہ اسی فیض کا اثر تھا کہ ان حضرات نے علماء دیوبند کی طرف کوئی کفر منسوب

نہیں کیا۔

حضرت مولانا عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ) حضرت حاجی صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں

الشیخ العارف الکبیر الاجل امداد الله بن محمد امین العمری التهانوی المهاجر الی مکة المبارکة کان من الاولیاء السالکین العارفین اتفقت الالسن علی الثناء علیه والتعظیم له ..... واشتغل بالمجاهدات والعبادات متوجها الی الله بقلبه وقالبه دائم الذکر والمراقبة فائض القلب والباطن بالعلوم والانوار مع هضم للنفس واطراح علی عتبة العبودیة وتواضع للعباد وعلو همة وشهامة نفس واجلال للعلم والعلماء وتعظیم للشریعة والسنة السنیة حتی غرس الله حبه فی قلوب عباده وعطف قلوب العلماء الکبار والمشائخ الاجلاء الی الرجوع الیه والاستفادة من وامه طلاب المعرفة والیقین من بلاد بعیدة وبارك الله فی تربیته وطریقته فانتشرت انوارهما فی الافاق وجدد به الطریقة الجشتیة الصابریة وانتمی الیها ودخل فی سلکها کبار العلماء والفضلاء ونفع الله به خلائق لایحصون (نزهۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۱)

(ترجمہ) شیخ عارف کبیر امداد اللہ مہاجر مکی ان اولیائے عارفین میں تھے جنکی تعریف و توصیف پر سب زبانیں متفق ہیں۔۔ آپ قلب و قالب کے ساتھ مجاہدات و عبادات میں مصروف رہے۔ ہمیشہ ذکر و مراقبہ میں لگے رہتے قلب وباطن پر علوم وانوارات کا فیض اترے رہتا اسکے ساتھ پوری انکساری میں رہتیں بندگی کی دہلیز پر جھکا ہوا تھا بندوں کیلئے متواضع رہتے عالی ہمت اور بلند ذات تھے علم اور علماء کو بڑا سمجھتے اور شریعت اور روشن سنت کی نہایت تعظیم کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کی محبوبیت اپنے بندوں کے دلوں میں اتاری اور بڑے بڑے علماء اور بڑے مشائخ کے دل آپ کی طرف پھیر دئے اور آپ سے دور دور کے معرفت ویقین کے طلبگار استفادہ کرتے رہے اور اللہ تعالی نے آپ کی تربیت اور طریقے میں برکت ڈالی انکے انوار آفاق میں پھیلے اور چشتی صابری طریقہ آپ سے ایک نئی شان میں ظاہر ہوا اور اپنی انتہا کو پہنچا اور اس لڑی میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء داخل ہوئے اور اللہ تعالی نے اس قدر خلائق کو نفع دیا کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا

تذکرہ علمائے ہند کے مصنف مولانا رحمان علی صاحب (۔۔۔ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں
مولانا حاجی امداد اللہ علوم ظاہر و باطن کے جامع ہیں چشتیہ صابریہ قدوسیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ قدوسیہ سہروردیہ قدوسیہ اور کبرویہ قدوسیہ سلاسل میں جناب فیض مآب قبلہ حقیقت و کعبہ معرفت حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھنجھانوی سے خلافت حاصل ہے بہت سے مشہور علماء مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی محمد قاسم اور مولانا مرشدنا حافظ حاجی محمد حسین محب اللہی الہ آبادی حضرت حاجی صاحب کے مرید ہوئے اور سب کی دلی مرادیں حاصل ہوئیں۔۔۔ حق یہ ہے کہ حاجی صاحب اس زمانہ میں یادگار سلف ہیں (تذکرہ علماء ہند ص ۱۲۳ مطبوعہ کراچی)
جناب امداد صابری صاحب لکھتے ہیں
حضرت امداد اللہ صاحب کو آج بھی علماء کرام کا ہر طبقہ جانتا ہے اور ان سے عقیدت رکھتا ہے حاجی صاحب نے ہر زمانے میں ہر خیال کے عالم سے فیوض روحانی کا سکہ منوالیا تھا ہندوستان کا ہو یا عرب ممالک کا تقریباً اس دور میں ہر مستند عالم آپ کا مرید تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی حضرت مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی حضرت مولانا اشرف الحق دہلوی مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی مولانا عبدالسمیع رامپوری مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ آپ کے مریدوں میں شمار کئے جاتے ہیں (تذکرہ شعرائے حجاز ص ۱۳۴)
جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب لکھتے ہیں
بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ایسا محقق و جامع شریعت و طریقت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی نہیں گزرا عرب و عجم کے بالخصوص ہندوستان کے جتنے چیدہ چیدہ اور مشہور و مسلم زمانہ علماء تھے سب کے سب قریب قریب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے حلقہ غلامی میں داخل تھے اور خوان امداد اللہی کے ہی زلہ ربا تھے (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۶۵)
حضرت حاجی صاحب کے خلفاء کرام کی تعداد ۵۰ سے اوپر ہے اور یہ سب کے سب اپنے دور کے معروف عالم اور نامور بزرگ گذرے ہیں اور سب کے سب مرجع خلائق ہوئے ہیں۔ اکابر علماء اور مشائخ کا بیک زبان حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی تعریف و توصیف اور آپ کے علم و فضل کی گواہی دینا اس بات کی

کھلی دلیل ہے کہ آپ خاصان خدا اور مقبولان الہی میں سے تھے۔

حضرت حاجی صاحب کے خلفاء میں مولانا عبدالسمیع رامپوریؒ اور حضرت مولانا پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑویؒ بھی ہیں۔ مولانا عبدالسمیع صاحب کا بعض مسائل میں علماء دیوبند سے اختلاف بھی رہا لیکن انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں میں فرقہ بندی نہیں کی بلکہ ہمیشہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی ان کے پیر بھائی ہیں اور ان کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود کبھی تفریق بین المسلمین کی فضاء نہیں پیدا ہوئی اسی طرح پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم حضرت گنگوہیؒ کے فیوض کے عام ہونے کی دعا کرتے رہے۔ مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب مرحوم نے انوار ساطعہ لکھی اور اس میں انہوں نے ایک مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے ذات رسالت کو شیطان پر قیاس کیا۔ انکا یہ قیاس غلط تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں مولانا رامپوری مرحوم کے اس قیاس پر عالمانہ گرفت کی یہ ایک علمی اختلاف تھا اور ایک علمی گرفت تھی اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو انتشار کا باعث ہو۔ مگر افسوس کہ کچھ لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنالیا اور مولانا عبدالسمیع صاحب کی بات مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ پر لگادی اور ان اختلافات پر اتنی محنت کی کہ بالآخر اہل سنت مسلمانوں میں تفریق ہوگئی اور یہ دو ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر خدانخواستہ بات وہی تھی جو یہ مکفر المسلمین اٹھائے ادھر ادھر پھر رہے تھے اور جگہ جگہ تفریق بین المسلمین کی فضاء بنا رہے تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا عبدالسمیع رامپوری اور حضرت خواجہ پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی نے (۱۳۵۶ھ) اپنے پیر بھائیوں کے خلاف یہ محاذ کیوں قائم نہ کیا اور مکفر المسلمین کے فتویٰ کفر سے کیوں متفق نہ ہوئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے دس سال (۱۳۴۶ھ) پہلے فوت ہو چکے تھے حضرت نانوتوی کو انتقال کئے ہوئے ساٹھ سال اور حضرت گنگوہی کو سفر آخرت کئے ہوئے تقریباً ۳۳ سال (۱۳۲۳ھ) ہو رہے تھے اور ادھر مکفر المسلمین ان حضرات کے خلاف تکفیر کا شور و غل مچا رہے تھے اس سب کے باوجود ان حضرات کا اپنے پیر بھائیوں کے بارے میں ان غلط فتوؤں سے متفق نہ ہونا بتلاتا ہے کہ انہیں تفریق بین المسلمین سے سخت نفرت تھی اور وہ اس قسم کی کاروائیوں کو بری نظر سے دیکھتے تھے۔ اور اچھی طرح جانتے تھے کہ ان

بزرگوں کا اپنے شیخ و مرشد حضرت حاجی صاحب کے ہاں کیا مقام تھا اور آپ انہیں کس عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو راقم الحروف نے نہیں دیکھا اور آج کوئی نہیں ہے جس نے حضرت حاجی صاحب کو دیکھا ہو۔ راقم الحروف نے حضرت حاجی صاحب کو اگر دیکھا ہے تو وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات میں دیکھا ہے۔ آپ کے علم و عمل اور فضل و کمال کو حضرت تھانویؒ نے جگہ جگہ بیان کیا ہے اور پوری محبت و عقیدت اور پر عظمت الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ ان بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے جس سے ہم شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کو ایک نظر دیکھ سکیں اور اسکی رو سے یہ کہہ سکیں

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

راقم الحروف کو شروع سے حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات کے مطالعہ کا شوق رہا ہے۔ مطالعہ کے دوران جہاں جہاں حضرت حاجی صاحب کے بارے میں کوئی واقعہ کوئی بات کوئی ملفوظ اور کوئی نصیحت نظر سے گذری اسے ایک جگہ جمع کر دیا۔ دس سال قبل باٹلے (برطانیہ) سے شائع ہونے والے ماہنامہ النور میں حضرت حاجی صاحبؒ کے تقریباً دو سو کے قریب ملفوظات قسط وار شائع ہوئے اور ماہنامہ الاسلام گلاسٹر میں حضرت حاجی صاحب کے بارے میں چار قسطوں راقم الحروف کا مضمون شائع ہوا اس میں بھی زیادہ تر مواد حضرت تھانوی کے مواعظ و ملفوظات کا ہی تھا۔ علماء کرام بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ صاحب مفتاحی حیدر آبادی نے راقم الحروف کے اس مضمون کو بیحد پسند فرمایا اور مدیر ماہنامہ کے نام ایک خط کے ذریعہ راقم کو دعا دی۔ اسی طرح برما کے بعض احباب نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہ سارا مضمون ایک کتابی شکل میں آجائے تو استفادہ کی صورت آسان ہو جائے گی اور اس سے حضرت حاجی صاحب کو ایک ہی مجلس میں دیکھنے کی سعادت مل جائے گی۔ راقم الحروف ان احباب کی خواہش کے پیش نظر یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالی ہماری اس خدمت کو اپنے حضور میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی اپنے اکابر کے

نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی دے اور زمرہ صالحین میں بنائے۔ آمین

احب الصالحين ولست منهم　　　لعل الله يرزقني صلاحا

راقم الحروف استاذ محترم مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کا انتہائی شکر گذار ہے کہ آپ نے راقم الحروف کی اس تالیف پر نظر فرمائی اور جا بجا مفید مشوروں سے نوازا اور اس پر ایک نہایت مفید اور قیمتی مقدمہ تحریر فرمایا۔ فجزاه الله احسن الجزاء

فقط محمد اقبال رنگونی عفا الله عنه

مقدمہ

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

حضرت جبرئیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں ایک عام مسافر کی حیثیت میں چند مسئلے پوچھنے آئے آپ نے انہیں نہ پہچانا اور نہ کوئی حاضرین میں سے اس مسافر کو جانتا تھا نہ اس پر سفر کے کچھ آثار دیکھے گئے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے چار سوال کئے (۱) ایمان کیا ہے (۲) اسلام کیا ہے (۳) احسان کیا ہے (۴) قیامت کب آئے گی۔ پہلے تین سوال مسائل تھے اور چوتھا ایک غیب کی بات معلوم کرنی تھی کہ شاید اللہ تعالی نے آپ کو اسکی اطلاع دی ہو۔

پہلے سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے ایک مستقل علم کے سوتے پھوٹے اسے علم عقائد یا علم کلام کہتے ہیں دوسرے سوال کا جواب امت میں علم فقہ کا منبع بنا اسے علم احکام بھی کہتے ہیں تیسرا سوال ایک باطنی کیفیت سے تعلق رکھتا ہے اس سے علم تصوف کے چشمے ابلے اسے علم باطن اور طریقت بھی کہتے ہیں

عقائد کے اماموں میں امام ابو حنیفہؒ (۱۵۰ھ) امام طحاوی (۳۲۱ھ) امام ابو الحسن اشعری (۳۳۳ھ) اور امام ابو المنصور الماتریدی (۔۔۔ھ) معتزلہ قدریہ جہمیہ اور کرامیہ کے مقابل کتاب وسنت کا نور لے کر نکلے فقہ اکبر عقیدہ طحاویہ کتاب الابانہ اور تاویلات ماتریدیہ اس دور کی تالیفات ہیں۔ فقہ میں امام مالک (۱۷۹ھ) امام محمد (۱۸۹ھ) امام شافعی (۲۰۴ھ) اور امام احمد (۲۴۱ھ) زیادہ نمایاں ہوئے اور علم احسان میں حضرت جنید بغدادی (۲۹۷ھ) حضرت شیخ علی ہجویری (۴۶۵ھ) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (۵۶۱ھ) اور خواجہ معین الدین اجمیری (۶۳۲ھ) اس فن کے امام ہوئے

پھر اس امت کے الف ثانی میں بر صغیر پاک وہند میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ) (۲)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۴۶ھ) حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳۱۷ھ) اس فن کے امام ہوئے۔ بر صغیر پاک و ہند میں چشتی اور نقشبندی نسبتوں کا زیادہ عمل رہا۔ علماء دیوبند زیادہ چشتی صابری سلسلے میں اہل بیعت وارشاد رہے اور پنجاب میں تونسہ شریف سیال شریف اور گولڑہ شریف کی خانقاہیں چشتی نظامی سلسلے میں مرجع خلائق بنیں۔ علماء دیوبند میں دارالعلوم کے پہلے مہتمم مولانا رفیع الدین صاحب (۔۔۔۔ھ) مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی (۱۳۴۷ھ) (۳) مولانا قاری اسحٰق صاحب (۔۔۔۔ھ) (۴) اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی (۱۳۸۵ھ) کا سلسلہ بیعت وارشاد نقشبندی رہا۔

بر صغیر کے پہلے الف میں ان شاہان تصوف کے مقابل زیادہ ہندو اثرات رہے اور ہمارے ان بزرگوں نے ان میں گھس کر انکے دلوں میں اللہ کی محبت اتاری یہاں تک کہ پیدا کی اور پورے ہندوستان میں توحید کا نور چمکا اور ہندو ایک بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے۔ دوسرے الف میں (اگلے ہزار سال میں) ان بزرگوں کے سامنے ہندوؤں کے ساتھ انگریز بھی آ گئے اب ان درویشان طریقت کے سامنے ان دونوں تہذیبوں کی ظلمت تھی اب بر صغیر کو اس فن کے ایسے شہسوار کی ضرورت تھی جس کے پیچھے علماء محققین کی ایک پوری صف کھڑی ہو اور وہ لوگ ولایت میں دل کی گہرائیوں میں اترنا جانتے ہوں۔ انکی اسلام کیلئے غیرت نقطہ منتہی پر ہو عیسائی مشنری تبلیغ کے خیمے لگائیں تو سامنے مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کھڑے ہوں۔ پنڈت دیانند آریہ سماج بنائیں اور شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلائیں تو مقابلہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کھڑے نظر آئیں اور انگریزوں کو ملک سے نکالنے کیلئے مجاہدین کی صف بندی ہو تو حضرت حافظ ضامن شہید (۔۔۔۔ھ) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صف آراء ہوں اس قافلے کیلئے ایک ایسے قافلہ سالار کی ضرورت تھی جس کے علم کے سامنے حضرت نانوتوی بھی گوش بر آواز ہوں جس سے قرآن وحدیث کے معارف قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی بھی سنیں اور جس کی تمام تر توجہات ظاہری اور باطنی علم ومعرفت اور تصوف کے پیرائے میں ایک شخص کو اس طرح اٹھائیں کہ حکیم الامت بنا دیں۔ وہ شخصیت عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کی

ہے جن کا علم وعرفان حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی میں اس شان سے چمکا کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہو گئے اور بقول مؤرخ اسلام مولانا سید سلیمان ندوی۔۔

ہر صنف امت اور جماعت کے کاموں تک انکی نظر دوڑی شادی بیان غم اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر انکی نگاہ پڑی اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا اور کھوٹا الگ کیا اور رسوم وبدعات اور مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو صراط مستقیم سے ہٹادیا۔ تبلیغ و تعلیم سیاست و معاشرت اخلاق عبادات اور عقائد میں دین خالص کی نظر میں جہاں کہیں کوتاہی نظر آئی اسکی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق پورا سامان مہیا کر دیا اور خصوصیت کے ساتھ فن سلوک واحسان کی جس کا نام تصوف ہے تجدید کی۔......وہ فن جو جوہر سے خالی ہو چکا تھا پھر شبلی وجنید اور جیلانی وبسطامی اور سہرودی وسرہندی بزرگوں کے خزانوں سے معمور ہو گیا یہ ہستی مولانا اشرف علی تھانوی کی ہے۔

وہ جامع شخصیت کریمہ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ہے جنکا روحانی فیض حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی میں اترا۔ حضرت حاجی صاحب نے اپنے چشتی صابری سلسلہ میں چشتی نظامی سلسلہ کے بزرگوں کو بھی جذب کیا۔ جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے بھی آپ سے خرقہ خلافت پہنا حضرت حاجی صاحب کی یہ ایک فراست تھی جس نے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کو حضرت مولانا اسمعیل شہید کے حق میں دعا گو بنادیا کہ وہ حضرت شیخ شہید کی مخالفت میں مولانا احمد رضا خان کا ساتھ نہ دیں۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی شخصیت مجمع البحرین تھی بر صغیر پاک و ہند کے اہل سنت مسلمان گو آپس میں ایک دوسرے سے کتنے ہی دور ہو جائیں مگر چند روحانی شخصیتیں ایسی رہیں کہ ان سے وابستگی ہر فریق اپنے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھتا رہا حضرت حاجی صاحب کی شخصیت گرامی بھی ان میں سے ہے آپ اگر علماء دیوبند کے روحانی پیشوا مانے گئے ہیں تو جناب پیر مہر علی شاہ صاحب بھی انکے خلفاء میں بیٹھے نظر آتے ہیں اور معلوم نہیں اور کتنے بزرگ ہونگے جو حضرت حاجی صاحب کے روحانی رنگ میں رنگین ہو کر بر صغیر کی فرقہ وارانہ کشمکش سے یکسر دور ایک طرف جا بیٹھے رہے

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب پہلے سیال شریف سے چشتی نظامی سلسلہ میں خلافت پائے ہوئے تھے خواجگان سیال نے حضرت حاجی صاحب سے پیر صاحب گولڑوی کی ارادت اور خلافت کو برا نہ منایا بلکہ اسی کا اثر تھا کہ تحریک خلافت میں خواجگان سیال شریف شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ساتھ تھے۔ مولانا احمد رضا خان کے ساتھ نہ تھے خواجہ ضیاء الدین صاحب سیالوی خود بھی دیوبند گئے اور انہوں نے وہاں چندہ بھی دیا۔

پاکستان کے بعض حضرات نے بارہا کوشش کی کہ پاکستان کو صحیح معنی میں اسلامی سلطنت بنانے کیلئے یہاں کے سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو ایک کیا جائے اور ان میں اختلاف کی جو دیوار انگریز نے کھڑی کی تھی اسے یکسر گرادیں اس خلیج کو پاٹنے کیلئے جب بھی کوئی آواز اٹھتی رہی تو یہ کہ آؤ ہم سب حضرت حاجی صاحب پر جمع ہو جائیں اور انکی تحریرات کی روشنی میں ہر طبقے اور ہر عمل کو اسکا قرار واقعی مقام دیا جائے مخلوق خدا کو نیکی کے قریب کرنے کیلئے جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں انہیں وسائل کہتے ہیں اور جو راہیں اللہ تعالی اور اسکے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ملتی ہیں انہیں مسائل کہتے ہیں۔ مسائل عمل کی وہ راہیں ہیں جس میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو نہیں لیکن وسائل وہ ذرائع ہیں جو حکمت اور عام انسانی سطح تک رسائی پانے کے لئے بطور علاج اختیار کئے جاتے ہیں

جو لوگ دریائے معرفت کے غوطہ زن نہیں وہ بسااوقات ان وقتی تدابیر سے بھی کنارے آلگتے ہیں لیکن سالک ان وسائل میں بسااوقات ایک دقت محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی حیلے بہانے اس گھاٹی کو عبور کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا جو سر مو بھی ظاہر شریعت سے ٹکرائے وہ اس مقام پر بھی پورا ہوشیار رہتا ہے اور کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتا یہ ایک سالک کی آواز ہے جو آپ کو اس شعر میں سنائی دے گی۔

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

حضرت حاجی صاحب نے نچلی سطح کے لوگوں کیلئے ہفت مسئلہ میں جو رعایتیں دی ہیں ہمیں اس وقت اسکی تحقیق میں جانے کی ضرورت نہیں ان پر شریعت کی روشنی میں بہت کتابیں اور رسالے لکھے جاچکے ہیں۔ اور پھر یہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں جسے کتاب و سنت کی روشنی اور انکا حاصل کہہ سکیں۔ ہاں جو چیز آج دو طبقوں میں اتحاد کی فضا پیدا کر سکتی ہے وہ حضرت حاجی صاحب کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے علمائے

دیوبند کے بارے میں واشگاف الفاظ میں صادر فرمایا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اللہ تعالی کے ہاں کس قدر قبولیت سے نوازے جاچکے ہیں اسے حاجی صاحب کی تحریرات کی روشنی میں دیکھئے اور بعض اعمال میں جو بزرگوں نے بطور علاج یابطور اشغال اختیار کئے ان پر اگر سب اہل سنت متحد نہیں ہوپاتے تو کم از کم حضرت حاجی صاحب کے اس موقف کی تائید تو کر دیں جو آپ نے اکابر علماء دیوبند کے بارے میں اپنایا تھا کہ یہ حضرات واقعی انعام الٰہی پائے ہوئے ہیں اور علوم نبوت کی وراثت انہی سے آگے چلتی رہے گی۔

گولڑہ شریف کے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم اس باب میں لائق تبریک ہیں کہ انہوں نے حضرت حاجی صاحب کی خلافت کی لاج قائم رکھی اور علماء دیوبند کے بارے میں کبھی وہ موقف اختیار نہ کیا جو بریلی کے مولانا احمد رضا خان نے اختیار کر رکھا تھا۔ حضرت پیر صاحب سے حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب نہ تغلیط کسی کی۔ فریقین یعنی اسماعیلیہ وخیر آبادیہ میں سے شکر اللہ سعیہم راقم دونوں کو ماجور (اجر پانے والا) ومثاب (ثواب پانے والا) جانتا ہے (فتاوی مہریہ ص ۱۵)

ہندوستان کے اکثر بزرگان طریقت کا یہی عمل رہا ہے کہ انہوں نے دیوبندی بریلوی اختلافات کھڑا کرنے میں مولانا احمد رضا خان کا ساتھ نہیں دیا شہباز طریقت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی علماء دیوبند سے عقیدت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ تحریک پاکستان میں پیر جماعت علی شاہ صاحب نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کو گلے لگا کر اختلافات کی وہ دیوار یکسر گرادی تھی جو انگریزی دور میں دینی حلقوں کو ایک دوسرے سے دور کرنے کیلئے بدیشی حکومت نے کھڑی کی تھی۔

چاہئیے تھا کہ پاکستان بننے کے بعد یہ اختلافات کم ہوتے لیکن افسوس کہ چند پیشہ ور مولویوں نے ان اختلافات کو اپنا کاروبار بنالیا اور عام لوگ جو شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں انکے لنگروں میں کھوتے گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

علم لدنی کی اونچی پرواز

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ سب جانتے ہیں کہ مولانا روم ولایت روم کے سب سے بڑے عالم تھے مگر طریقت میں وہ شاہ شمس تبریز کے حلقہ ارادت میں آئے تو آپ نے خود کہا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزی نہ شد

حضرت مولانا اسماعیل شہید اپنے وقت کے چوٹی کے عالم تھے شریعت کی کوئی دلیل انی یا لمی ایسی نہ تھی جو ان سے اوجھل ہو مگر کس طرح آپ آفتاب علم و عرفان حضرت سید احمد شہید پر قربان ہوئے یہ اہل خبرت سے مخفی نہیں اب اگر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے جبال علم جنکی علمی شہرت سے سورج بھی پردے میں چھپتا تھا اگر آیۃ من آیات اللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے چشمہ طریقت سے اپنے باطن کی آبیاری کریں تو اس سے انکا کتاب و سنت کا کھلا سرچشمہ کبھی گدلا نہ ہو سکتا تھا۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق   ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

دنیا نے دیکھا اور بدیدہ عبرت دیکھا کہ یہ حضرات علماء کتاب و سنت کے معصوم کناروں کو کسی پہلو سے اپنے شغل باطنی یا روحانی پرواز سے ہلا نہ پائے اور امت کا یہ قافلہ انکی رہنمائی میں حفاظت کنارے آ لگا۔ اہل باطن کا احترام اپنی جگہ مگر شریعت کا اہتمام و انتہام ان حضرات نے کسی طرح سے مجروح نہ ہونے دیا چند سال ہوئے ایک مولوی صاحب نے پاکستان میں آواز اٹھائی کہ اہل سنت کے دونوں فریق آپس میں ہفت مسئلہ پر اتحاد کر لیں۔ ہم نے کہا کہ تو پھر حضرت حاجی صاحب پر کیوں نہ اتحاد ہو جائے وہ دم بخود رہ گئے کہ اس صورت میں تو انہیں اکابر علماء دیوبند کو ولی اللہ ماننا پڑے گا اور اس پر وہ کسی طرح تیار نہ تھے چنانچہ وہ ہماری اس تجویز پر ایسے بھاگے کہ جامیانوالی میں سانس لیا

پھر ایک موقع پر کہنے لگے کہ چلئے المہند پر اکٹھے ہو جائیں مگر انکے مولویوں نے انہیں پھر سمجھایا کہ المہند پر اکٹھا ہونا تو مولانا احمد رضا خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد ہے یہ کتاب تو لکھی ہی مولانا احمد رضا خان کے خلاف گئی تھی۔ خان صاحب نے علماء دیوبند کے خلاف کچھ وہ عقائد منسوب کئے جو انکے نہ تھے اور ان پر حسام الحرمین کے نام سے حرمین کی تلوار چلادیا علماء دیوبند نے اسکے جواب میں المہند

علی المفند کے نام سے اپنے عقائد و نظریات کی صحیح صورت پیش کر دی اور مولانا احمد رضا خان نے پھر اس کے خلاف کوئی تحریر شائع نہ کی۔ بہت ممکن ہے کہ انہوں نے اسے درست تسلیم کر لیا ہو مگر کیا کریں آج اگر استاد اپنی کسی غلطی سے ہٹے بھی تو شاگرد اسے ہٹنے نہیں دیتے۔

پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند

الحاصل وہ مولوی صاحب المہند کے نقطہ اتحاد پر آتے پھر کبھی نہیں سنے گئے۔

خیر آبادی اور برکاتی سلسلہ کے علماء تو دیوبند کے پڑھے نہ تھے انہوں نے تکفیر کی مہم میں مولانا احمد رضا خاں کا قطعاً ساتھ نہ دیا۔

برکاتی سلسلہ کے حکیم سید برکات احمد کا آنکھوں دیکھا حال

حکیم سید دائم علیؒ اپنے بیٹے برکات احمد کو لے کر دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے ملنے گئے، حکیم محمود احمد برکاتی اپنے والد برکات احمد سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔

والد ماجد (مولانا حکیم دائم علی) مولانا محمد قاسم کے خواجہ تاش تھے (مولانا حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ تھے) اس لئے ایک بار مجھے ان سے ملانے کیلئے دیوبند لے گئے جب ہم پہنچے تو مولانا چھتہ کی مسجد میں سو رہے تھے مگر اس حالت میں بھی ان کا قلب ذاکر تھا اور ذکر بھی بالجہر کر رہا تھا۔

سید برکات احمد ص 185 شائع کردہ برکات اکیڈمی کراچی

حضرت حاجی صاحب نے علماء دیوبند کے ماسوا جن حضرات کو بھی اپنی بیعت میں قبول کیا انہوں نے ہمیشہ علماء دیوبند کے ایمان کو ہر شک و شبہ سے بالا جانا، فرحمهم الله رحمته واسعه

ان حالات میں ضرورت تھی کہ حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات اور بیانات جو ان حضرات علماء کے بارے میں متفرق اوقات اور مختلف پیرایوں میں آپ سے صادر ہوئے ہیں ایک جگہ جمع کئے جائیں تاکہ ان تحریرات کے آئینہ میں اکابر علماء دیوبند کے خدوخال پورے طور پر جانے جاسکیں

اور یہ بات کھل جائے کہ حضرات اولیاء اللہ کے ہاں اکابر علماء دیوبند کیا قبولیت کی شان رکھتے تھے۔
اللہ تعالیٰ عزیزم **حافظ محمد اقبال رنگونی** کی ان مساعی کو مشکور فرمائے کہ انہوں نے محنت شاقہ اٹھا کر ان ملفوظات کو اکٹھا کیا ہے اور انہیں ایسے پیرائے میں ترتیب دیا ہے کہ اب وہ دن دور نہیں جب حضرت حاجی صاحب کے ان بیانات کی روشنی میں مولانا احمد رضا خان کی کھڑی کی ہوئی وہ دیوار جس نے اہلسنت کو دو ٹکڑے کرر کھا ہے' دھڑام سے گر جائے گی ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

آخر میں ہم ان تمام شاہان تصوف کو عقیدت بھرا اسلام کہتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ جوڑنے کی کوشش کی ہے اور شاہان سلطنت کی کوئی شوکت اور شہرت انہیں راہ طریقت سے نہ بچلا سکی نہ ہٹا سکی۔

فجزی الله ائمة الولایةومتبعیهم والمئولف المحترم لهذه الرسالة عنا رعن سائر المسلمین احسن الجزاء

خالد محمود عفاالله عنه

(حال وارد برطانیہ 15 شعبان 1408)

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقیؒ

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد
شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ کو نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی آپ نسباً فاروقی ہیں۔اور پچیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے جاملتا ہے۔آپ کے والد محترم حافظ محمد امین نے آپ کا نام امداد حسین رکھا لیکن مسند وقت حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) نے اس نام کو بدل دیا اور آپ کا نام امداد اللہ نام رکھدیا۔پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں
شاید ان کو امداد حسین نام پسند نہ آیا کہ اس میں شرک کی بو آتی ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اس نام کو ترک کر دیا اور کتابوں نیز خطوط میں بھی ہمیشہ امداد اللہ ہی لکھتے رہے۔۔(بیس بڑے مسلمان ص ۸۶)
حضرت حاجی صاحب کی عمر تین برس کی تھی کہ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید قدس سرہ (۱۲۴۶ھ) کی آغوش میں دے دئے گئے۔حضرت شہیدؒ نے آپ کو بیعت تبرک سے نوازا تھا (شمائم امدادیہ ص ۵۳۔امداد المشتاق ص ۶) جب آپ سات سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ سفر آخرت پر چل دیں۔آپ کے دل میں قرآن کریم کے حفظ کا بڑا شوق تھا اللہ تعالی کا فضل وکرم آپ کے شامل حال ہوا اور آپ نے جلد ہی حفظ قرآن کی سعادت پالی۔سولہ سال کی عمر میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی (۱۲۶۷ھ) کے ہمراہ سفر دہلی کا اتفاق ہوا وہاں آپ نے وقت کے نامور علماء سے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی۔حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب تکمیل الایمان مولانا رحمت علی صاحب تھانوی سے پڑھی مولانا محمد قلندر صاحب محدث جلال آبادی (۱۲۶۰ھ) کے پاس مشکوۃ شریف شروع کی۔حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب سے حصن حصین اور فقہ اکبر پڑھی جبکہ حضرت مولانا عبد الرزاق سے مثنوی مولانا روم پڑھی۔حضرت حاجی صاحب کو مثنوی سے بہت دلچسپی

تھی آپ اکثر مثنوی کے اسرار اور اسکے نکات بیان فرماتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ آپ بعض وجوہات کی بناء پر علوم ظاہری کی تکمیل نہ کر سکے تاہم اللہ تعالی نے آپ کو علم لدنی سے نوازا اور اس کی شہادت وقت کے اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام نے دی۔ اللہ تعالی نے آپ کو جوانی ہی میں مقبولیت عطا فرمادی تھی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی اور پرانے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نوعمری ہی کے زمانہ سے عام مقبولیت تھی نہ مشائخ نے کبھی ان پر اعتراض کیا اور نہ علماء نے۔۔ شروع ہی سے اثر عام مقبولیت کا تھا (الافاضات ج ۳ ص حیرت انگیز واقعات ص ۵۲۶)

معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ مہاجر مدنی (۱۲۸۳ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

حاجی صاحب اکابر سلف میں سے ہیں گو پیدا اس زمانہ میں ہوئے لیکن درجہ انکا سا ہے اس طبقہ میں سے ہیں (وعظ۔ روح الارواح ص ۷ ۴)

اس زمانہ میں مولانا مظفر حسین صاحب معمر تھے اور حضرت حاجی صاحب کی جوانی تھی تاہم حضرت حاجی صاحب کی شان ایسی تھی کہ شروع ہی سے اکابر آپ کے فضل و کمال کے قائل تھے (الافاضات ج ۱۰ ص ۲۵۳)

یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ آپ سے علمی اور روحانی فیض حاصل کرتے رہے اور آپ کا فیض پورے عالم اسلام میں پہونچا۔ جناب خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے فیوض ہندوستان تک ہی محدود نہیں رہے دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی انکے اثرات پہنچے (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳۲)

حضرت حاجی صاحبؒ کا سلسلہ نسب

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فاروقی النسب ہیں آپ کا سلسلہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فاروقی نسبت سے خاصا نوازا تھا۔ اور بعض مبشرات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے آپ حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں
ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے ایک مرید نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک واقعہ میں خواب میں دیکھا فرمایا کہ حاجی صاحب ہماری اولاد میں سے ہیں ہمارا اسلام کہنا اور ہماری طرف سے انکے سر پر ہاتھ پھیر دینا اس مرید نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا آپ نے فوراً سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا کہ لو سر پر ہاتھ رکھ دو مرید جھجھکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میاں یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر فاروقؓ کا ہاتھ ہے تب مرید نے سر پر ہاتھ رکھا (الافاضات ج ۴ ص ۱۹۳)

حضرت حاجی صاحب کا حلیہ مبارک

وکان الشیخ امداد الله مربوع القامة یمیل الی الطول نحیف الجسم اسمر اللون کبیر الهامة واسع الجبین ازج الحاجبین واسع العینین حلو المنطق ودودا بشوشا (نزهة الخواطر ج ۸ ص ۷۲)
(ترجمہ) حضرت حاجی صاحبؒ درمیانی قامت کے قدرے دراز کمزور جسم والے گندمی رنگ والے بڑی سر والے کشادہ پیشانی ابرو وسیع اور خمدار پلکیں آنکھیں بڑی کشادہ شیریں بیان اور ہشاش بشاش تھے

حضرت حاجی صاحب کی تعلیم اور آپ کا تبحر فی العلم

حضرت حاجی صاحب قرآن کریم کو حفظ کرنے کے بعد علوم مروجہ فارسی اور عربی کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت کے ابتدائی کتابوں کے اساتذہ کی تفصیلات نہیں ملتی۔ البتہ آپ کے فارسی کے اساتذہ میں منشی عبدالرزاق جھنجھانوی کا نام ملتا ہے موصوف مثنوی دفتر ہفتم کے مصنف حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کے صاحبزادے کے تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت حاجی صاحب اپنی ابتدائی تعلیم

کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

بھائی ہم نے ایک باب اور دیباچہ گلستان کا اور ایک باب بوستان کا اور کچھ مفید نامہ اور کچھ دستور المبتدی اور چند ورق زلیخا کے پڑھے اور حصن حصین مولانا قلندر صاحب سے پڑھی بعد میں شوق درود وظائف کا ہوا (ضمیمہ کرامات امدادیہ ص ۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے فارسی کی اچھی تعلیم حاصل کی تھی لیکن عربی کی ابتدائی کتابوں کا ذکر نہیں ملتا۔ حصن حصین گو عربی کی کتاب ہے مگر یہ زیادہ تر دعاؤں اور وظائف پر مشتمل ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا حصن حصین پڑھنا بطور عربی زبان کے نہ ہو بطور وظائف ہو تاہم آپ نے کتب درسیہ کی ابتدائی کتابیں کچھ ضرور پڑھی تھیں۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا

میں نے کتب درسیہ سے محض مختصرات پڑھی ہیں (ایضا ص ۱۷)

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے علوم ظاہری کی باقاعدہ تکمیل نہیں فرمائی تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں

ظاہر میں تو حضرت حاجی صاحب سے مولانا (محمد قاسم نانوتویؒ) کا علم بڑھا ہوا تھا حاجی صاحب نے تو کافیہ تک ہی پڑھا ہے مگر علم کی یہ حالت تھی کہ کافیہ پڑھنے ہی کے زمانہ میں حاجی صاحب مشکوۃ شریف کے درس میں بیٹھ جایا کرتے تھے جو مولوی قلندر صاحب جلال آبادی کے یہاں ہوتی تھی درس کے بعد جب طلباء میں کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہوتا تو حاجی صاحب اسکا مطلب بیان فرماتے بعض دفعہ طلباء حاجی صاحب سے الجھتے کہ نہیں یہ مطلب ہے اور تقریر میں آپ کو دبا لیتے کیونکہ حاجی صاحب کی عادت مناظرہ کی نہیں تھی مگر جب مولانا قلندر صاحب کو اس اختلاف کی خبر ہوتی تو ہمیشہ حاجی صاحب کی بات ہی صحیح بتاتے تھے (وعظ۔ کوثر العلوم ص ۳۵)

حضرت حاجی صاحب گو کہ اصطلاحی عالم نہ کہلائے تاہم اللہ تعالی نے آپ کو علم لدنی سے بہت وافر حصہ عطا فرمایا تھا آپ قرآن وحدیث کے اسرار اور انکے معانی پر گہری نظر رکھتے تھے اور بسا اوقات قرآن وحدیث کے مشکل مسائل پر ایسا بصیرت افروز بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علماء ششدر رہ جاتے تھے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

ہمارے حضرت کو اصطلاحی علم نہ تھا مگر حضرت کی تحقیقات کو دیکھ لیجئے کہ بڑے بڑے تبحر علماء اور فضل وکمال رکھنے والے حضرت کی تحقیق کے وقت انگشت بدنداں ہو جاتے تھے۔۔ (الافاضات ج ٦ ص۔ حیرت انگیز واقعات ص ۵۵۹)

یہ صرف اکیلئے حضرت حکیم الامت کی شہادت نہیں ہے وقت کے جلیل القدر محدث آپ کے علم وفضل کے پورے قائل تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علم وفضل سے کون ناواقف ہوگا آپ حضرت حاجی صاحب کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اسے دیکھئے

حضرت حاجی صاحب کا کوئی تقوی کی وجہ سے معتقد ہے کوئی کرامت کی وجہ سے۔۔ میں حضرت کے علم کی وجہ سے معتقد ہوں (قصص الاکابر ص ۴۸۔ وعظ۔ سلوۃ الحزین ص ١٩۔ روح الارواح ص ۴۷)

آپ اسکی وجہ یہ بتاتے تھے کہ

انکی (حضرت حاجی صاحبؒ کی) زبان سے باوجود علوم درسیہ حاصل نہ کرنے کے وہ علوم نکلتے تھے جن پر ہزار دفتر علوم قربان ہیں (مقالات حکمت ص ۹۸ ص ۴۴۰)

ایک مرتبہ حضرت نانوتویؒ سے کسی نے اسکا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

علم اور چیز ہے اور معلومات اور چیز ہیں اور یہ فرق بیان کیا کہ ایک تو ابصار ہے اور ایک مبصرات ہیں ان دونوں میں فرق ہے یعنی ایک شخص نے تو سیاحت بہت کی ہے مگر اسکی نگاہ کمزور ہے اور ایک شخص نے سیاحت تو کم کی ہے مگر نگاہ بہت تیز ہے تو جس کی نگاہ کمزور ہے اور اس نے سیاحت بہت کی ہے اسکی مبصرات تو زیادہ ہیں مگر کسی مبصر کی پوری حقیقت سے آگاہ نہیں کیونکہ اس نے کسی چیز کو اچھی طرح دیکھا ہی نہیں ہر چیز کو سرسری طور پر یونہی دیکھا ہے اور جس کی نگاہ تیز ہے اور سیاحت زیادہ نہیں کی اسکے مبصرات گو کم ہیں مگر جس چیز کو دیکھتا ہے اسکی پوری حقیقت پر مطلع ہو جاتا ہے بس یہی فرق ہے ہمارے میں اور حاجی صاحب میں کہ ہماری معلومات تو زیادہ ہیں مگر بصیرت قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحب کے معلومات گو قلیل ہیں مگر بصیرت قلب بہت زیادہ ہے اس لئے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں وہ ہر معلوم کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں اور ہم حقیقت تک نہیں پہنچتے (اسی فرق کو ایک دفعہ یوں بیان فرمایا کہ) ہمارے

ذہن میں تو اول مقدمات آتے ہیں پھر ان سے نتیجہ خود نکالتے ہیں جو کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط اور حاجی صاحب کے قلب میں اول نتائج صحیح وارد ہوتے ہیں اور مقدمات اسکے تابع ہوتے ہیں غرض جیسے کثرت مبصرات کا نام ابصار نہیں اسی طرح کثرت معلومات کا نام علم نہیں بلکہ علم یہ ہے کہ ادراک سلیم اور قوی ہو جس سے نتائج صحیحہ تک جلد وصول ہو جاتا ہے یہی حقیقت علم ہے جو فقط پڑھنے پڑھانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسکے اور اسباب ہیں جیسے دعا تقویٰ عبادت بدنیہ و مالیہ۔۔(وعظ۔ کوثر العلوم ص ۳۵)

ایک مرتبہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا

عالم ہونا کیا معنی اللہ کی ذات پاک نے آپ کو عالم گر فرمایا ہے (امداد المشتاق ص ۱۰)

حضرت نانوتویؒ نے جب آب حیات نامی کتاب تالیف فرمائی تو آپ نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیجی حضرت حاجی صاحب نے اسکے بعض مقامات کی تصحیح فرمائی۔ حضرت نانوتویؒ کی تالیف لطیف پر قلم اٹھانے اور اسکی تصحیح کرنے کیلئے جس علم کی ضرورت تھی حضرت حاجی صاحب میں وہ علم موجود تھا۔

حضرت نانوتویؒ آب حیات کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

شکر عنایت کس زبان سے کیجئے کہ اس ہدیہ مختصرہ کو قبول فرما کر صلہ وانعام میں دعائیں دیں علاوہ ازیں تصحیح وجدانی و تحسین زبانی سے اس ہیچمداں کے اطمینان فرمائی اپنی کم مائیگی اور ہیچمدانی کے سبب جو تحریر مذکور کی صحت میں تردد تھا رفع ہو گیا (آب حیات ص ۴)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ علم کے اونچے مقام پر ہونے کے باوجود حضرت حاجی صاحبؒ کے علم کے بہت قائل تھے اور اسے علم لدنی سمجھتے تھے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علم و فضل اور آپ کی علمی صلاحیت و مہارت کس سے مخفی ہو گی آپ حضرت حاجی صاحب کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اسے بھی دیکھئے۔

(۱) حضرت حاجی صاحب اصطلاحی عالم تو نہ تھے مگر عالم گر تھے (وعظ۔ سلوۃ الحزین ص ۱۹)

(۲) مجھ کو مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت حضرت حاجی صاحب کے علوم کی قدر معلوم ہوئی وہاں آنکھیں کھلیں حضرت ہی کے علوم کی بدولت یہ دقیق کتاب سمجھ میں آئی ورنہ ناممکن تھا۔ لکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کوئی ایک ہی دفتر کی شرح لکھ دے۔ کوئی لکھ کر تو دیکھے۔ ہم نے بخاری و مسلم سب کچھ پڑھا تھا

لیکن کچھ نہ سمجھے اگر چند کلمات حضرت سے نہ سنتے تو ساری کتابیں کچھ بھی نہ سمجھی ہوتیں (وعظ۔ روح الارواح ص ۴۷)

(۳) حضرت حاجی صاحب کو خدا تعالیٰ نے جو سب سے بڑا کمال دیا تھا۔۔۔۔۔ وہ کمال علمی تھا اس بے درس زبان سے وہ علوم نکلتے تھے جن پر ہزاروں دفتر علوم قربان ہیں (مقالات حکمت ص ۳۴۰)

(۴) مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس کیا ہے جو علماء کے پاس نہیں کہ وہاں جاتے ہیں میں نے کہا کہ ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں (قصص الاکابر ص ۲۵) میں نے کہا کہ حضرت میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ جیسے ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کو مٹھائیوں کی فہرست یاد ہے مگر کبھی اس نے کھائی نہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ اس کو نام تو ایک مٹھائی کا بھی یاد نہیں مگر کھائی ہیں سب۔ یہی فرق ہے ہم میں اور حاجی صاحبؒ میں۔ ہم اہل الفاظ ہیں اور وہ اہل معنیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ اہل الفاظ محتاج ہوگا اہل معنیٰ کا نہ کہ بر عکس (الافاضات ج ۳ ص ۱۸۰)

حضرت تھانوی ایک مقام پر لکھتے ہیں

گو آپ ظاہری علم شریعت میں علامہ دوراں اور مشہور زماں نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ عنبر شمامہ سے آراستہ اور نور عرفان وایقان کے زیورات سے سر تاپا پیراستہ تھے (امداد المشتاق ص ۱۵)

یہ ان حضرات کا آپ کے علم کو خراج عقیدت ہے جو خود اپنی جگہ جبال العلم تھے جنکے علوم اور عرفان وایقان کی ایک دنیا معترف ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت حاجی صاحب علم کے کس اونچے مقام پر ہونگے۔ پھر یہ علم ظاہری نہ تھا اور نہ صرف الفاظ تک محدود تھا آپ حقیقی معنوں میں عالم تھے اور ہزاروں اہل علم آپ کے چشمہ علم و معرفت سے برابر فیضیاب ہوتے تھے۔

ہم اوپر یہ عرض کر آئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے بظاہر بہت زیادہ علم عربی نہیں پڑھا صرف مشکوۃ تک کتابیں پڑھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم حقیقی کی دولت سے نوازا تھا۔ قرآن کریم اور حدیث پر آپ کی گہری نظر تھی اور اسکے معانی و مطالب آپ پر کھلے ہوئے تھے۔ آپ قرآن و حدیث کے اہم مسائل کو بہت آسان اور لطیف پیرایوں میں ذہن نشین کرا دیا کرتے تھے اور سائل کو بات کی حقیقت تک پہنچا دیتے تھے۔ آیئے ہم آپ کے تبحر فی القرآن اور تبحر فی الحدیث کی چند مثالیں دیکھیں

حضرت حاجی صاحب کا فہم قرآن کریم

(۱) اولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات (پ۱۹الفرقان آیت ۷۰)

(ترجمہ)سوان کوبدل دے اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں

اسکے متعلق حضرت حاجی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اس آیت میں سیئات سے مراد وہ طاعات وعبادات ہیں جو پورے حکم کے موافق نہ ہوں اور یہ ضرور مشکل کام ہے کہ طاعات وعبادات پورے پورے حکم کے موافق ہوا کریں کیونکہ اول ہم تواسکاارادہ واہتمام نہیں کرتے اور یہ کھلا ہوا جرم ہم پر ہر وقت موجود ہے دوسرے اہتمام کو بھی لیں تو بے پروائی ہو جائے گی اپنے نماز روزہ کو دیکھ لیجئے کہ انکی کیا حالت ہے اخلاص پایا نہیں جاتا دوسرے آداب مہمل رہتے ہیں غرض یہ اعمال ہماری نظر میں حسنات ہیں اور در حقیقت حسنات نہیں ایک قسم کے مکروہات ہیں اور آیت میں حسب ارشاد حاجی صاحب سیئات سے مراد یہی ہیں جنکی نسبت خدا تعالی نے فرمایا کہ انکو حسنات میں لکھ دیں گے (وعظ۔شوق اللقاء ص ۲۴الافاضات ح ۴ ص ۴۳۔الکلام الحسن ص ۱۴۸)

(۲) الرحمن على العرش استوى (پ۱۶ طہٰ آیت ۵)

اسم ذات (اللہ) اوراسم صفت میں فرق

ہمارے حاجی صاحب نے اسکی عجیب وغریب تاویل فرمائی ہے کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا اللہ علی العرش استوی تاکہ یہ لازم آئے کہ اللہ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ الرحمن فرمایا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے پس اس تاویل سے یہ آیت وسعت رحمتى كل شئى کی مترادف ہوگی اور عرش کی خصوصیت اسلئے ہوگی کہ تعلق رحمت کا اولا بلاواسطہ اسکے ساتھ ہوا ہے اور دوسری اشیاء کے ساتھ بواسطہ اسکے ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالی کی صفت رحمت کی تجلی اس پر اولا ہوئی ہے (وعظ۔الصیام ص ۲۱)

الرحمن على العرش استوى میں اس پر تو سب کا اجماع ہے کہ حق تعالی مکان سے منزہ ہیں عرش مستقر الہی بالمتعارف ہرگز نہیں پھر استواء کے کیا معنی اسکے متعلق سلف نے تو سکوت کیا ہے اور خلف نے مناسب تاویلیں بیان کیں ہیں اسی قبیل سے حضرت حاجی صاحب کی ایک تاویل ہے فرمایا کہ نصوص میں

اللہ استوی علی العرش نہیں فرمایابلکہ الرحمٰن آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت کی تجلی عرش پر زیادہ ہے پس یہ تخصیص ایک خاص صفت کی تجلی کے اعتبار سے ذات کے اعتبار سے ہے نہیں اسی لئے احکام سب عرش سے آتے ہیں کیونکہ احکام میں رحمت کا خاص ظہور ہے (وعظ۔ المودۃ الرحمانیۃ ص ۱۹)

(۳) وکذلك نری ابراهیم ملکوت السموات الایة (پ ۷ الانعام

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے۔

ظاہر اور مظہر میں فرق

اس (آیت) کی مشہور تفسیر تو یہ ہے کہ یہ ارخاء عنان بطور الزام ہے کہ ستاروں کو دیکھ کر فرمایا کہ ہاں بھائی ہاں لو یہ خدا ہے پھر جب وہ غروب ہو گئے تو انکے نقائص کو ظاہر کر کے توحید کو ثابت کیا کہ خدا بھی کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی عالی کبھی سافل۔۔ مگر ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو کوکب میں اول ظاہر پر پڑی اسکی نسبت فرمایاھذا ربی پھر مظہر کی طرف التفات ہوا اسکی نسبت فرمایالا احب الآفلین مطلب یہ تھا کہ اس کوکب کے اندر جو مجھے نظر آرہا ہے وہ میرا خدا ہے اور تم جو کوکب کی پرستش کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔۔

حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں کہ

عارفین مخلوق کو مراۃ خداوندی سمجھتے ہیں سو دوسرے لوگ تو اول مراۃ کو دیکھتے ہیں اور عارفین اول مراۃ کے اندر محبوب کو دیکھتے ہیں تبعاً مراۃ پر بھی نظر پڑ جاتی ہے (وعظ۔ المور دالفرخی ص ۱۴۰)

(۴) وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (پ ۲۷ الذاریات آیت ۵۶)

(ترجمہ) اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو

عبادت اور طاعت میں فرق

حضرت حاجی صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ جب اللہ تعالی کی ہر مخلوق عبادت کرتی ہے تو اس میں انسان اور جن کی تخصیص کی کیا وجہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا

ایک تو عبادت ہے اور ایک طاعت ہے اول ایک مثال سے ان دونوں میں فرق سمجھ لو وہ یہ کہ ایک تو نوکر ہے اور ایک غلام ہے نوکر کا کام متعین ہوتا ہے خواہ ایک یا متعدد مثلاً باورچی ہے کہ اسکے لئے کھانے پکانے

کی خدمت متعین ہے یا سپاہی ہے مکان پر بازار اور گھر کا کام کرنے کیلئے کوئی نوکر ہے تو جس خدمت کے واسطے یہ لوگ نوکر ہیں ان سے وہی خدمت لی جاسکتی ہے خود آقا بھی اسکا لحاظ رکھتے ہین حتی کہ اگر آقا باورچی سے کہے کہ یہ خط گنگوہ لے جاؤ تو نوکر ضابطہ میں انکار کر سکتا ہے اور غلام کی کوئی خدمت متعین نہیں ہے بلکہ تمام خدمات اسکے ذمہ ہیں جس کا بھی حکم ہو جائے چنانچہ ایک وقت اسکو آقا کا پاخانہ بھی اٹھانا پڑتا ہے اور ایک وقت میں آقا کی پوشاک پہن کر آقا کا قائم مقام اور نائب بن کر جلسہ یا دربار میں جانا پڑتا ہے غرض یہ کہ غلام کو کسی وقت بھی کسی خدمت سے انکار نہ ہو گا اسی طرح جن وانس کے سوا تمام مخلوق کی طاعت معین ہے ہر شی مخلوقات مین سے ایک خاص کام پر معین ہے کہ اسکے سوا دوسرا کام اس سے نہیں لیا جاتا مگر انسان کی کوئی خدمت معین نہیں چنانچہ ایک وقت میں انسان کا سونا عبادت ہے دوسرے وقت میں دوسرا کام عبادت ہے مثلاً جماعت تیار ہو اور پیشاب پاخانہ کا زور ہو تو اس وقت پیشاب سے فراغت حاصل کرنا واجب ہے اور نماز پڑھنا حرام ہے اگر پیشاب وغیرہ سے فراغت حاصل نہ کی تو حرام فعل کا مرتکب ہوا اس وقت اسکا بیت الخلاء جانا عبادت ہے ایک وقت انسان کی یہ حالت ہے اور ایک وقت انسان کی یہ شان ہے کہ مظہر حق بنا ہوا ہے اس وقت اسکی زبان سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں غرض جو شان غلام کی ہوتی ہے وہی انسان کی ہے عبد شدن کیلئے انسان ہی ہے باقی تمام مخلوق ذاکر شاغل ہے مگر عابد صرف انسان ہی ہے یہ کسی حالت اور خاص کام کو اپنے لئے تجویز نہیں کر سکتا بلکہ حضرت حق جس حالت میں رکھے اسی میں اسکو رہنا چاہئیے (وعظ۔ سلوۃ الحزین ص ۱۵)

پس انسان اور جن تو بمنزلہ غلام کے ہیں اور دوسری مخلوقات مثل نوکر کے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دوسری مخلوقات کی عبادت کو تسبیح و تقدیس و سجدہ وغیرہ کے الفاظ سے فرمایا اور انسان اور جن کی عبادت کو بلفظ عبدیت فرمایا۔ (وعظ تفاضل الاعمال ص ۱۰۔ الرحیم ص ۱۹۔ وعظ درجات الاسلام ص ۱۰۳ وعظ شب مبارک ص ۴۵)

حضرت حاجی صاحب کا فہم حدیث شریف

(۱) الحزم سوء الظن (ترجمہ) دانائی یہ ہے کہ بدگمان رہے

اپنے نفس کی مار سے کبھی مامون نہ ہو

حضرت حاجی صاحب اسکی شرح میں فرماتے ہیں ای بنفسه یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوء ظن رکھے کسی وقت مطمئن نہ ہو ہمیشہ کھٹکتا رہے اگرچہ حکماء نے اس جملہ کے دوسرے معنی بھی لئے ہیں وہ یہ کہ انسان کو کسی پر اعتماد نہ چاہیئے ہر شخص سے بدگمان رہے وہ کیسا ہی مخلص ہو معاملہ کے اعتبار سے یہ معنی بھی صحیح ہے مگر عارفین یہ کہتے ہیں کہ دوسروں سے تو حسن ظن رکھے اور اپنے نفس سے سوء ظن رکھے (وعظ۔شب مبارک ص ۱۷۔احکام المال ص ۹)

(۲) الغيبة اشد من الزنا (ترجمہ) غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے۔

گناہ کی سختی باعتبار انجام کے ہے

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ غیبت کے اشد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غیبت گناہ جاہی (اپنی شان کے اقرار سے) ہے اور زنا گناہ باہی (ایک خواہش کے اعتبار سے) ہے۔ کیونکہ زنا میں مبتلا ہونے کے بعد عجز پیدا ہوتا ہے کہ میں نے یہ خبیث کام کیا اور غیبت میں بعد ابتلاء کے ندامت پیدا نہیں ہوتی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زلت (لغزش) گناہ باہی تھی کیونکہ شہوت طعام سے تھی بعد ابتلاء توبہ نصیب ہوئی اور ابلیس کا گناہ جاہی تھا اس واسطے اسے ندامت نہ ہوئی (ملفوظات اشرفیہ ص ج ۲ ص ۱۹۸)

دل کے وسوسوں میں خدا کی قدرت کو دیکھئے

(۳) ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب سے حدیث کی اس دعا کا مطلب دریافت کیا

اللهم اجعل وساوس قلبي خشيتك وذكرك واجعل همتي وهواي فيما تحب وترضي

(ترجمہ) اے اللہ میرے دل کے خیالات کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنادے اور میری ہمت اور خواہش کو کردے اس چیز میں جسے تو اچھا سمجھے اور پسند کرے

آپ نے فرمایا اسکے تین معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بجائے وساوس کے خشیت وذکر قلب میں پیدا ہو جائے اور جعل ایسا ہوگا جیسا اس حدیث میں ہے من جعل الهموم هما واحدا یعنی پہلی چیز زائل ہو جائے اور دوسری چیز پیدا ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ وساوس ذریعہ خشیت وذکر کا بن جائے جیسا کہ حاجی صاحب

نے فرمایا تھاکہ وساوس کو مراۃ جمال خداوندی بنالے اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے۔ اللہ اکبر قلب کو بھی کیسا بنایا کہ اسکے خیالات کی انتہا نہیں رہی پس اس صفت کے مراقبہ میں لگ جائے (سبحان اللہ قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح امڈتے چلے آرہے ہیں روکے نہیں رکتے کیا خدا کی قدرت ہے کیا خدا کی صفت۔ خیالات کا ایک دریا ہے جو روکے نہیں رکتا جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ سمجھے اس طرح یہ وساوس مرآۃ قدرت حق بن جائیں گے پھر مضر نہ ہونگے بلکہ ذریعہ معرفت بن جائیں گے (وعظ۔ ارضاء الحق ح ۲ ص ۱۵) (۳) تیسرے یہ کہ حق تعالی کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو ذریعہ خشیت وذکر کردیں جیسے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

کیمیاداری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خون بود نیلش کنی

ایں چنیں میناگریہا کار تست ایں چنیں اکسیرہا اسرار تست (کمالات اشرفیہ ص ۴۱۲)

(ترجمہ) تیرے پاس وہ کیمیا ہے کہ تو حقیقتیں بدل دے سرخ ندی کو جب چاہے نیلا کردے یہ باریک صنعت تیرے ہی ہاتھ میں ہے یہ اکسیر کے کرشمے تیرے ہی اسرار ہیں

ہم نے یہاں حضرت حاجی صاحب کے قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھنے کی چند مثالیں دی ہیں ورنہ آپ کے مواعظ وملفوظات اس کے گواہ ہیں کہ آپ قرآن وحدیث کے اسرار ورموز پر گہری نظر رکھتے تھے اور مشکل مسائل کی ایسی عقدہ کشائی فرماتے تھے کہ علماء حیران رہ جاتے تھے آپ کی نظر صرف الفاظ پر نہ تھی اسکے معانی پر ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مقتدر علماء اور محترم مشائخ آپ سے استفادہ کرنے کے لئے جوق درجوق آئے اور آپ سے بھرپور علمی وعملی فیض حاصل کیا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے یہ الفاظ حضرت حاجی صاحب کی علمی شان پر ایک مستند گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ

اور لوگ تو حاجی صاحب کے معتقد ہوئے ہیں زہد وتقوی سے یا کثرت عبادت سے یا کرامات سے اور میں معتقد ہوا ہوں آپ کے علم سے (وعظ۔ کوثر العلوم ص ۳۵)

حضرت حاجی صاحب سے یہ فیض پانے والے اور آپ کی تربیت میں آنے والے صرف ہندوستان کے لوگ نہ تھے اور نہ صرف یہاں کے علماء آپ کے خدام میں آنا اپنی سعادت سمجھتے تھے بلکہ اللہ تعالی نے آپ

کو حرمین شریفین میں بھی مقبولیت عام عطا فرمائی تھی وہاں کے علماء اور عوام بھی آپ سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ حرمین آنے والے زائرین آپ کے حلقہ فیض وارشاد میں شامل ہوتے تھے اور اپنی روحانی اصلاح کے آپ سے طالب ہوتے رہے اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب اپنی نظیر آپ تھے انوار العاشقین کے مؤلف جناب مشتاق احمد انبیھٹوی لکھتے ہیں

متاخرین چشتیہ صابریہ میں باوجود قیام مکہ معظمہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر شہرت کا ہونا نادر ہے حضرت ممدوح (حضرت حاجی صاحبؒ) کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی (انوار العاشقین ص ۸۶ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۱۴ء)

علماء کرام کا ادب واحترام

حضرت حاجی صاحب علم کے اس اونچے مقام پر ہونے اور علماء کرام کے آپ کے معتقد ہونے کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو ان سے بڑا نہیں سمجھا آپ علماء کرام کا حد سے زیادہ ادب کرتے تھے اگر کبھی کسی عالم سے کوئی اختلاف بھی ہوتا تو آپ اسکے احترام میں پیچھے نہ رہتے حتی کہ جس عالم سے اختلاف ہوتا اسکے بارے میں آپ کے متوسلین میں سے کوئی شخص غیر مناسب بات کہتا تو آپ سے نہ رہا جاتا آپ اسے ٹوک دیتے اور سب کے سامنے اسے احترام علماء کی تاکید فرماتے۔

مکہ معظمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے ساتھ آپ کو کسی بات پر اختلاف ہوا انہوں نے آپ پر اعتراض کیا مگر آپ نے کبھی بھی کوئی ایسا جملہ نہ کہا جس سے انکے احترام میں فرق آتا ہو۔ حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ایک مرتبہ مولوی رحمت اللہ صاحب نے حضرت پر کچھ اعتراضات کئے حضرت کو بھی طبعاً ناگواری ہوئی اور جواب دے کر یہ بھی فرمایا کہ اگر میں اپنے بچوں کو بلالوں گا تو ناطقہ بند کر دیں گے اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہی حج کو تشریف لے گئے اور یہ واقعہ سن کر ان حضرات کو بھی ناگوار ہوا اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم مولوی صاحب سے جا کر پوچھیں گے حضرت حاجی صاحب کو خبر

ہوئی تو فرمایا کہ نہ بھائی تم کچھ نہ بولنا میں انکا احترام کرتا ہوں ہاں جا کر مل آؤ یہ حضرات گئے اور مل کر چلے آئے (الافاضات ج ۲ ص ۳۰۴)

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رئیس المناظرین تھے حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ انکی ملاقات میں نہ جانے کیا ہوا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی پھر حضرت حاجی صاحب ہی کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولانا کیرانوی نے اسکے بعد باطنی علوم و معارف کے حصول کیلئے حضرت حاجی صاحب کو ہی اپنا مرشد بنایا اور اپنے شیخ کے ساتھ اس درجہ تعلق قائم کیا کہ شیخ سے آپ نے خرقہ خلافت بھی پایا ۔ آثار رحمت کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے

آپ (حضرت مولانا کیرانوی) نے جہاں مکہ معظمہ میں علوم ظاہری کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہاں آپ نے باطنی علوم کی راہ بھی طے کی اور حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت ہوئے حضرت حاجی صاحب نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور سلسلہ چشتیہ وصابریہ میں مرید کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (آثار رحمت ص ۳۹۸ مطبوعہ ۱۹۶۷ء)

<u>شاہی درباروں سے طبعی دوری</u>

سلطان عبد الحمید خان کو حضرت مولانا کیرانوی سے بہت عقیدت تھی اور وہ آپ کو اکثر بلایا کرتے تھے حضرت حاجی صاحب کی مکہ مکرمہ میں غریبانہ اور مسافرانہ حالت کو دیکھتے ہوئے مولانا کیرانوی نے حضرت حاجی صاحب سے کہا

سلطان عبد الحمید خان صاحب میں ایسی ایسی خوبیاں ہیں اگر آپ کہیں تو سلطان سے آپ کا بھی تذکرہ کردوں

حضرت حاجی صاحبؒ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

غایت مافی الباب اس تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے پھر اس اعتقاد کا کیا نتیجہ ہوگا صرف یہ ہوگا کہ وہ مجھ کو آپ کی طرح بلائیں گے جسکا حاصل یہ ہوگا کہ بیت اللہ سے بعد (دوری) ہوگا اور بیت السلطان سے قرب۔

حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں

اس ارشاد میں بظاہر ایک دعوی اپنے بڑے اور سلطان کے چھوٹے ہونے کا معلوم ہوتا تھا۔ ساتھ ہی کیا اچھا تدارک فرمایا۔ آپ نے کہا

آپ سلطان کو عادل بتلاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سلطان عادل کی دعا مستجاب ہوتی ہے سو اگر ممکن ہو میرے لئے ان سے دعا کرادیجئے مگر اسکا یہ طریق تو عرفاً مناسب نہیں کہ ایک فقیر کیلئے سلطان سے دعا کو کہا جائے سو مناسب صورت یہ ہے کہ ان سے میرا اسلام کہہ دیجئے وہ اسکا جواب دیں گے پس وہی جواب دعا ہو جائے گی (افاضات ج ۴ ص ۱۳۱)

مدرسہ صولتیہ سے جذباتی وابستگی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مولانا کیرانوی کا قائم کردہ مدرسہ صولتیہ کو اپنا ہی مدرسہ سمجھتے تھے اور اسکے برابر معین ومددگار رہے مولانا کیرانوی آپ سے برابر مشورہ کرتے رہے حضرت حاجی صاحب چاہتے تھے کہ یہ مدرسہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی رہنمائی کرتا رہے چنانچہ آپ ہندوستان سے آنے والے حضرات کو یہی مشورہ دیتے کہ اس مدرسہ میں داخل ہو جاؤ اور آپ نے ہندوستان کے علماء سے کہا تھا کہ اس مدرسہ میں تعلیم کیلئے لوگوں کو ترغیب دیں حتی کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر آپ نے جو تعزیتی خط دار العلوم دیوبند کے مہتمم مولانا رفیع الدین صاحب کو لکھا تھا اس میں آپ نے لکھا کہ مولانا نانوتوی کے بیٹے مولانا احمد صاحب کو مدرسہ صولتیہ میں بھیج دیں کہ یہاں تعلیم حاصل کریں۔ پھر یہ کسے معلوم نہیں کہ حضرت مولانا کیرانویؒ کے انتقال کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ ہی اس مدرسہ کے سرپرست ہوئے اور آپ نے اس مدرسہ کو ترقی دینے کی جو سعی فرمائی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

حضرت مولانا کیرانوی اور حضرت حاجی صاحب میں یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ بعد وفات بھی شیخ اور مرید ایک ہی جگہ رہے حضرت مولانا کیرانوی ۱۳۰۸ھ میں فوت ہوئے اور جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ) میں مدفون ہوئے تو حضرت شیخ حاجی امداد اللہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کا مزار اپنے مرید صادق حضرت کیرانوی کے پہلو ہی میں بنا۔

ہم اس وقت ان دو بزرگوں کے تعلقات پر بحث نہیں کر رہے ہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے دل میں علماء کا بے حد ادب تھا اور آپ کبھی بھی اہل علم کے احترام میں پیچھے نہ رہے۔ حضرت

تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت سب سے خدمت لیتے تھے مگر عالم اور سید اور بوڑھے سے خدمت نہ لیتے تھے (الافاضات ۴ ص حیرت ص ۵۴۴) حاجی صاحب قدس سرہ بہت صاحب کمالات تھے عالم کی بہت قدر کرتے تھے خواہ مرید ہی کیوں نہ ہو بلکہ عالم صوفی کو اپنے مسند پر بٹھاتے تھے (فیوض الرحمٰن ص ۱۲)

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے شیخ ومرشد

حضرت حاجی صاحب نے اٹھارہ برس کی عمر میں شیخ وقت حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی۔ شیخ موصوف حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ) کے نواسہ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) کے داماد اور شاگرد رشید تھے ۔ حضرت حاجی صاحب اپنے شیخ ومرشد کی خدمت میں رہے اور یہاں منازل سلوک کی دشوار گھاٹیاں طے کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے بیان کے مطابق آپ کو شیخ کی طرف سے خلافت بھی ملی تھی (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۴۵) شیخ کی شہادت کے بعد آپ واپس تھانہ بھون آگئے اور یہیں ذکر وفکر اور بندگان خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ہندوستان کے معروف عالم حضرت مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں

لازم الشيخ نصير الدين المجاهد واخذ عنه الطريقة وبعد شهادته رجع الى تهانه بهون فاقام بها زمانا (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۰)

آپ کو شیخ نصیر الدین قدس سرہ کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش تھی ۔ حکیم الامت حضرتؒ تھانوی فرماتے ہیں کہ

اس تلاش میں بے چین تھے اور شاہ سلیمان صاحب سے بیعت ہونے کا کبھی کبھی ارادہ ہوتا تھا کیونکہ اس وقت وہ مشہور تھے اسی عرصہ میں حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ ایک بزرگ ہیں اور آپ ﷺ نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ انکے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ یہ تمہارے شیخ ہیں۔ حاجی صاحب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت پریشان تھے کہ یااللہ یہ کون بزرگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں کیونکہ

خواب میں پتہ کچھ نہیں بتلایا گیا تھا آخر ایک دن کسی شخص سے حضرت میانجی صاحبؒ کا تذکرہ سنا تو قلب میں حضرت میانجی صاحب کی طرف ایک خاص کشش پائی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو یہاں سے قریب ہی لوہاری میں رہتے ہیں حضرت نے زیارت کا ارادہ کیا۔ اب حالت یہ تھی کہ جوں جوں لوہاری کی طرف بڑھتے جاتے اسی قدر دل میں دل چسپی بڑھتی جاتی جیسے کوئی کھینچ رہا ہو جب لوہاری پہنچے اور حضرت میانجی صاحب کی صورت دیکھی تو بعینہ وہی صورت تھی جو خواب میں دکھائی گئی تھی اب تو حاجی صاحب کی اور ہی حالت ہوئی قریب جاکر سلام عرض کیا تو حضرت میانجی صاحب نے فرمایا صاجزادے کیسے آنا ہوا؟ بس حاجی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا اور جوش میں عرض کیا کہ حضرت کو معلوم نہیں ہے؟ (نہ معلوم اس وقت حضرت حاجی صاحب پر کیا کیفیت طاری تھی) اسکے جواب میں میانجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ صاجزادے خواب وخیال کا کیا اعتبار۔ اس میں خواب کی طرف اشارہ تھا اب تو حاجی صاحب کو اور بھی یقین ہو گیا اور زیادہ گریہ طاری ہو گیا اب حضرت میانجی صاحب نے تسلی فرمائی کہ آپ گھبرائیں نہیں جو تم چاہتے ہو وہی ہو گا چنانچہ فوراً بیعت فرمالیا۔ (وعظ۔ علاج الحرص ص ۴۲)

حضرت حاجی صاحب نے اپنے شیخ ومرشد حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ گذارا اور یہاں آپ نے شیخ کی ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں تصفیہ قلب وتزکیہ باطن پر محنت فرمائی۔ حضرت میانجی قدس سرہ کی صحبت اور آپ کی برکت سے اللہ تعالی نے حاجی صاحب کو روحانیت اور معرفت سے بہت وافر حصہ عطا فرمایا پھر شیخ ثانی کی طرف سے بھی آپ کو خرقہ خلافت ملا۔ حضرت شیخ محمد تھانوی محدث لکھتے ہیں

سر نیاز بر زمین نہادند ودست خود در دست حق پرست پیر دستگیر دادند خود را چوں مردہ بدست غسال سپردند خط بندگی بر جبین نوشتہ پیش کش کردند واتباع امر ایشاں بر خود لازم وواجب دانستند چوں کمر ہمت در طلب حق چست بستند وشیخ موصوف ایشاں را با استعداد کامل وطلب صادق یافتند بعد تعلیم ظاہر وباطن آگاہی یادداشت آگاہ کردند بکلمۃ الحق ارشاد کردند ونائب مطلق خود نمودہ اجازت بہ تلقین راہ دادند (نور محمدی ص ۹۳)

(ترجمہ) چنانچہ آپ نے اپنے شیخ کے آستانہ پر سر نیاز خم کر دیا اور اپنے ہاتھ کو انکے دست حق میں اس

طرح دے دیا جیساکہ مردہ غسل کرانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور آپ نے غلامی کا خط اپنی پیشانی پر کھینچ دیا اور ہر بات کی اتباع اپنے اوپر ضروری ٹھہرالی جب شیخ نے آپ میں استعداد کامل اور سچی طلب پائی اور تعلیم ظاہر وباطن پر آگاہ ہوئے تو کلمات حق فرمائے اور آپ کو اپنا نائب بنایا اور تلقین وارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں

ولازم الشیخ نور محمد الجھجھانوی واخذ عنه الطریقة وفتح الله سبحانه علیه ابواب المعرفة وجعله من العلماء الراسخین فی العلم فتصدّر للأرشاد والتلقین بامر شیخه (نزھۃ الخواطرج ۸ ص ۷۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے مذکورہ دو بزرگوں سے بہت زیادہ فیض پایا ہے اور آپ انکی روحانیت کے امین اور اسکے وارث ہوئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے ان شیوخ کا مختصر تذکرہ ہدیہ قارئین کریں

حضرت حاجی صاحبؒ کے شیوخ کا مختصر تذکرہ

(۱) حضرت مولانا سید نصیر الدین صاحب دہلوی (۱۲۵۶ھ) قدس سرہ

حضرت حاجی صاحب کے پہلے شیخ حضرت مولانا سید نصیر الدین دہلوی (۱۲۵۶ھ) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے نواسہ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی کے داماد ہیں آپ اپنے دور میں نہ صرف یہ کہ اونچے مشائخ میں سے تھے بلکہ مجاہدین کے بھی سر خیل تھے آپ حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد میں بنفس نفیس شریک رہے اور اس تحریک کو مرکز (یعنی دہلی) سے برابر امداد پہونچاتے رہے۔ اور ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے اس تحریک کو گرماتے رہے ہیں۔ سر گزشت مجاہدین کا یہ بیان ملاحظ کیجئے

۱۲۴۰ھ۔ ۱۸۲۵ء (جب سید احمد شہید کا قافلہ سفر جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھا) تو حضرت شاہ اسحٰق

صاحب وعظ فرماتے اور مولانا نصیر الدین صاحب مدرسے کے دروازے پر فراہمی زراعانت میں مصروف رہتے تھے (سرگذشت مجاہدین ص ۱۳۶)

حضرت سید احمد شہید کی شہادت کے بعد آپ نے ہی تحریک جہاد کی کمان سنبھالی اور اسکی از سر نو تعمیر کی اور اس میں ایک نئی روح پھونکی آپ نے حضرت سید احمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کیا جہاد کے عنوان پر وعظ فرمائے اور درس دیتے رہے آپ کے بیان سے ایک جماعت تیار ہوئی اور آپ نے حضرت سید احمد شہید کی طرح وطن مالوف سے ہجرت کر کے کاروبار جہاد کی تجدید کا انتظام فرمایا (ایضاص ۱۳۵)

حضرت مولانا سید نصیر الدین صاحبؒ نے اسکے ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور تصفیہ قلب پر بھی محنت کی اور لوگوں میں علم و عمل کے چراغ روشن رکھنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ نواب وزیر الدولہ والئی ٹونک لکھتے ہیں

سید صاحب کی شہادت کے بعد خلق خدا کی ہدایت شریعت کے احیاء کا کاروبار بے آب و تاب ہو رہا تھا خدا کی رحمت سے مولانا سید نصیر الدین کی بدولت اس کاروبار میں بے اندازہ رونق اور جلاء پیدا ہو گئی تھی (وصایاالوزیر ج ا ص ۴)

حضرت مولانا نصیر الدینؒ نے تحریک جہاد کا علم بلند کئے رکھا اور میدان میں استقامت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو شہادت کے مقام بلند پر فائز کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

(۲) حضرت شیخ میانجی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ (۱۲۵۹ھ)

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے دوسرے شیخ حضرت میانجی قدس سرہ علوی النسب ہیں حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ حضرت میانجی نور محمد صاحب حسین نازک اور بہت نورانی تھے آپ چھوٹے قد کے تھے (ملفوظات اشرفیہ ص ۲۷) آپ کے اساتذہ میں حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ کا اسم گرامی بھی ملتا ہے تاہم آپ بھی بعض حالات کی وجہ سے علوم ظاہری کی تکمیل نہ فرما سکے تھے لیکن باطنی پرواز آپ کی بہت اونچی تھی آپ نے باطنی تربیت وقت کے شیخ اور ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید (۔۔۔۔) سے حاصل کی تھی اور آپ سے خرقہ خلافت بھی پایا تھا

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ حضرت سید احمد شہید کے رفقاء میں سے تھے اور تحریک جہاد کے سرگرم کارکن رہے ہیں آپ اپنے وقت کے مشہور صاحب دل بزرگ گزرے ہیں ہندوستان میں آپ کے ہزارہا مرید تھے آپ نے اپنے سب مریدوں کے ہمراہ حضرت سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ چل پڑے اور راستہ کی صعوبتیں خوشی خوشی برداشت کیں قافلہ جہاد جب رائے بریلی پہونچا تو کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا اسے دیکھئے۔

یہ قیام عجیب ذوق وشوق لذت وحلاوت اور جفاکشی کا تھا سید صاحب اور انکے رفقاء جن میں ہندوستان کے جلیل القدر علماء اور صاحب سلسلہ مشائخ بھی تھے بڑے ذوق سے اپنے ہاتھوں سے مشقت کے کام کرتے لکڑیاں چیرتے گھاس چھیلتے اینٹیں تھاپتے مسجدیں تعمیر کرتے فاقہ اور ہر حال میں خوش رہتے ان میں اچھے اچھے عالی خاندان خوش حال امیر اور رئیس زادے بھی تھے بہت سے نازک طبع ناز پروردہ جوان تھے انکے گھر میں کسی بات کی کمی نہیں تھی بعضوں کے سینکڑوں ہزاروں معتقد و مرید تھے مگر گھر بار عیش و آرام مشیخت و مخدومیت چھوڑ کر اس در پر پڑے ہوئے تھے اور ہزار درجہ خوش تھے ان میں شاہ عبدالرحیم صاحب بھی تھے جنکے ہندوستان میں ہزارہا مرید تھے لیکن وہ یہاں مخدوم سے خادم اور مراد سے مرید بنے ہوئے تھے (سیرت سید احمد شہید ص ۱۱۹)

آپ نے جب حضرت سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس وقت آپ پر کیا کیفیت تھی اسے آپ کے الفاظ میں دیکھیں آپ کہتے ہیں

سید صاحب کو دیکھ کر میں نے اپنے تمام مریدوں سے کہدیا تھا کہ اب روحانی کامیابی کا راستہ صرف وہی ہے جو سید صاحب اختیار کئے ہوئے ہیں یہی راستہ اختیار کرو اور سید صاحب سے بیعت ہو جاؤ چنانچہ تم دیکھتے ہو میں خانقاہ کی پرسکون زندگی ترک کر کے قافلہ کے ساتھ لگا ہوا ہوں۔ کہاں وہ آرام وسکون جو خانقاہ میں میسر تھا اور کہاں یہ زحمت وتکلیف کہ اینٹیں تھاپتا ہوں دیواریں تعمیر کرتا ہوں گھاس چھیلتا ہوں لکڑیاں چیرتا ہوں مگر جو خیر وبرکت اور روحانی اطمینان اس میں میسر ہے خانقاہی زندگی میں اسکا عشر عشیر بھی نہیں تھا (ایضاً ص ۱۶۸)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی کمالات سے بھی بہت نوازا تھا۔ مصنف وقائع احمدی تسلیم کرتے ہیں کہ

حاجی عبدالرحیم صاحب مانے ہوئے باکمال پیر تھے جو تصوف کے تمام کمالات میں اونچا درجہ رکھتے تھے (ایضاص ۱۷۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ معرکہ جہاد میں اترنا اور اہل باطل کے خلاف سینہ سپر ہونا اور اسکے لئے جدوجہد کرنا ہرگز خلاف طریقت نہیں ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بہت اونچا مقام رکھتے تھے مریدوں کی بھی کمی نہیں تھی خانقاہی زندگی بھی پرسکون گزر رہی تھی ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر اہل حق کی حمایت میں چل پڑے اور تحریک کی ہر طرح معاونت کی یہاں تک کہ آپ نے اس تحریک میں اپنی جان دے دی اور شہادت کی سعادت پائی۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

جب حضرت سید احمد شہید کا قافلہ سہارنپور پہونچا تو حضرت شاہ عبدالرحیم ولائتی نے اپنے مریدوں کے ہمراہ حضرت سید شہید کے دست اقدس پر بیعت کی اور خاص طور پر اپنے شاگرد رشید حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ کو اپنے وطن جھنجھانہ سے بلایا اور حضرت سید شہید کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ حضرت میانجیؒ اپنے شیخ کے ہمراہ اس تحریک میں شریک ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے وطن آئے اور ادھر حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور آپ کے شیخ شاہ عبدالرحیم تینوں شہادت پا گئے۔

حضرت میانجی نور محمد صاحب اولیائے کاملین میں سے تھے اتباع سنت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور اس بارے میں آپ کبھی غفلت نہ فرماتے تھے شیخ محمد محدث تھانویؒ لکھتے ہیں

براتباع سنت آں حضرت ﷺ حریص بودند چنانچہ تکبیر اولی قضاء نہ کردند اہل نسبت صاحب ہمت قوی بودند (نور محمدی ص ۹۲)

(ترجمہ) آپ حضور ﷺ کی سنتوں کی اتباع پر بہت زیادہ حریص تھے چنانچہ آپ کبھی تکبیر اولی قضا نہ کرتے تھے آپ اہل نسبت اور صاحب ہمت اور بہت بہادر تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی لکھتے ہیں

اتباع سنت میں کمال درجہ حاصل تھا حتی کہ تیس سال تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت حاجی صاحب کو جن دو بزرگوں کی صحبت نصیب فرمائی تھی وہ

اپنے دور کے اولیاء کبار اور صاحب ہمت بزرگ تھے علم و عمل کے ساتھ ساتھ جذبہ جہاد اور اہل باطل کا مقابلہ انکے دل کی آواز تھی اور انہوں نے اس آواز کو عملی شکل بھی دی تھی۔

شیخ کی جانب سے حضرت حاجی صاحب کا امتحان

ہم پہلے یہ بتا آئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے حضرت میانجی نور محمدؒ کی خدمت میں کچھ وقت گذارا اور یہاں منازل سلوک طے کئے۔ جب حضرت میانجیؒ نے آپ کو اجازت بیعت اور خرقہ خلافت عطا فرمایا تو ساتھ ہی آپ کا امتحان لینے کیلئے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ بات سنی تو رونے لگے اور عرض کیا
حضرت محض محبوب کی خواہش ہے دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے۔ روحانی باپ نے یہ فقرہ سنا تو خوش ہو گئے اور لاڈلے بیٹے کی اس علو ہمتی پر آفرین فرمائی اور بغل گیر ہو کر بے حد دعائیں دیں (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۴۶)
حضرت حاجی صاحب کو اپنے شیخ محترم سے بہت ہی عقیدت و محبت تھی اور آپ ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ اپنے شیخ کا نام لیتے تھے۔ اپنے شیخ کے ساتھ محبت و عقیدت کی ایک تصویر حضرت حاجی صاحبؒ کی اس تحریر میں صاف ملتی ہے۔
جناب تقدس مآب مجمع الفضائل والمناقب صاحب الشریعت والطریقت مولانا و مرشدنا و ھادینا میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی چشتی قدس سرہ کا ایک ادنی اور انکی بارگاہ اقدس کا ایک کمترین خاکروب امداد اللہ فاروقی چشتی (کلیات امدادیہ ص ۲)
شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے شیخ کے چشمہ فیض سے بہت سیراب ہوئے اور ایک وقت آیا کہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ آپ کے در پر حاضر ہونے لگے اور آپ سے طریقت اور معرفت حاصل کرنے کا سبق لیا۔ انوار العاشقین کا یہ بیان ہم پہلے درج کر آئے ہیں
متاخرین چشتیہ صابریہ میں باوجود قیام مکہ معظمہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر شہرت کا ہونا نادر ہے حضرت

ممدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی (انوار العاشقین ص ۸۶)

مولانا عبدالحی الحسنیؒ کا یہ بیان آپ پہلے پڑھ آئے ہیں

اللہ تعالی نے آپ کی محبوبیت اپنے بندوں کے دلوں میں اتاری اور بڑے بڑے علماء اور بڑے مشائخ کے دل آپ کی طرف پھیر دئے اور آپ سے دور دور کے معرفت ویقین کے طلبگار استفادہ کرتے رہے اور اللہ تعالی نے آپ کی تربیت اور طریقے میں برکت ڈالی انکے انوار آفاق میں پھیلے اور چشتی صابری طریقہ آپ سے ایک نئی شان میں ظاہر ہوا اور اپنی انتہا کو پہنچا اور اس لڑی میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء داخل ہوئے اور اللہ تعالی نے اس قدر خلائق کو نفع دیا کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا (نزهۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۱)

حضرت حاجی صاحب پر اپنے شیخ کے انتقال کا بہت اثر تھا ادھر ذکر اللہ میں انہماک کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے یکسوئی پسند کرلی آپ انسانی آبادی سے نکل کر پنجاب کے جنگلوں کی طرف چل پڑے اور اسی اطراف میں زندگی بسر کرتے رہے اسی اثناء میں فاقہ کی تکلیف بہت پیش آئی کبھی کبھی ہفتہ گذر جاتا اور کھانے کو کچھ بھی میسر نہ آتا مگر کیا مجال کہ لب پر شکوہ آئے بلکہ مسرت ہوتی کہ اسکی وجہ سے درجات بلند ہورہے ہیں اور اسرار و عجائب کا انکشاف ہو رہا ہے۔ خود حضرت نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ انہی دنوں شدت بھوک سے ایک دن نہ رہا گیا تو ایک دوست سے جو مجھ سے خلوص رکھتے تھے قرض مانگا مگر ہونے کے باوجود انہوں نے دینے سے انکار کردیا انکی اس بے مروتی سے دل کو پہلے تو بہت اذیت ہوئی مگر تھوڑی دیر بعد کشف ہوا کہ جو کچھ ہوا ہے منجانب اللہ ہوا ہے پھر دل کو تسکین ہوئی بلکہ لطف دوچند ہو گیا اس واقعہ کو چند ماہ ہی گذرے تھے کہ مراقبہ میں حضرت جبرئیل امین اور حضرت میکائیل علیہما السلام نظر آئے مگر دیکھا کہ وہ دونوں وزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اور زیر لب تبسم فرماتے ہوئے چلے گئے کچھ فرمایا نہیں۔ اس واقعہ سے قلب کو بڑی ڈھارس ہوئی اور میں نے محسوس کیا کہ میرے علم میں انشاء اللہ برکت ہوگی اور ساتھ ہی رزق کا مسئلہ بھی حل ہو گیا اسلئے کہ ان دونوں ملائکہ مقربین میں سے ایک تو علم وعرفان کے قاصد ہیں اور دوسرے تقسیم رزق کے ذمہ دار اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب سراپا سوز وساز تھے جس پر آپ کی نگاہ پڑجاتی وہ بے انتہا متاثر ہو جاتا اور اس پر آپ کا رعب طاری ہو جاتا۔ چنانچہ کچھ عرصہ اسی طرح گذارا پھر آپ نے حرمین کا سفر کیا اور ۱۲۶۰ھ میں حج کی سعادت حاصل فرمائی اور پھر وہاں سے مدینہ

منورہ تشریف لے گئے اور روضہ اطہر پر حاضری نصیب ہوئی۔اسی سفر میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سعادت مند اہلیہ عطا فرمائی تھی آپ کی اہلیہ محترمہ بہت دیندار تھیں اور انہیں بھی مثنوی سے بڑا لگاؤ تھا اور اسکے معانی پر درک حاصل تھا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کی بی بی بہت صالحہ تھیں جن عورتوں نے بی بی صاحبہ کو دیکھا ہے انکا بیان ہے کہ حاجی صاحب میں اور ان میں فرق صرف مرد وعورت کا تھا ورنہ سب باتوں میں جیسے حاجی صاحب تھے ویسے ہی وہ تھیں

آپ مزید فرماتے ہیں

ایک روز حاجی صاحب کے یہاں مثنوی شریف کا درس ہو رہا تھا اور سامعین میں طالب علمانہ کچھ بحث پیش تھی بی بی صاحبہ سنتی تھیں سنا کہ فرماتی تھیں کہ اگر شرعاً منع نہ ہوتا تو میں جاکر سب بتلا دیتی (مقالات حکمت ص ۳۹۶)

حضرت حاجی صاحب ایک شیخ کامل کی حیثیت سے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب میں وہ تمام کمالات اور خصوصیات رکھی تھیں جو ایک شیخ کامل میں ہونی چاہئیے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صرف ہندوستان میں ہی شیخ ومرشد نہ تھے حرمین میں بھی شیخ المشائخ کے عہدہ پر فائز تھے اور ساری دنیا کے لوگ آپ کے گرد جمع ہوتے اور آپ سے باطنی تربیت لیتے اور اپنی روحانی اصلاح کراتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی شان تربیت سب سے نرالی تھی اسی لئے آپ کا فیض بھی بہت عام ہوا ہے جس شخص نے بھی آپ سے صدق دل کے ساتھ اپنا روحانی تعلق قائم کیا وہ روحانی انوارات سے کبھی محروم نہ رہا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی آپ کی شان تربیت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں

انکی سب سے بڑی دولت طریق کی تربیت تھی کوئی آدمی ایسا نہ دیکھا جس نے حضرت سے اپنی حالت بیان

کی ہو اور اسکی پریشانی زائل نہ ہو گئی ہو (الافاضات ج۱۰ص۲۰۱)

ہمارے حاجی صاحب نہایت سادہ مزاج تھے اور حسن تربیت اعلی درجے کا اللہ تعالی نے عطا فرمایا تھا ایک مرتبہ ایک مرید نے اپنے کچھ حالات بیان کئے اور عرض کیا کہ یہ سب حضور ہی کا طفیل ہے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ نہیں بھائی میرے پاس سے کوئی چیز نہیں آئی بلکہ تمہارے باطن میں پہلے سے یہ کمالات اور حالات پوشیدہ تھے اب میری تعلیم پر عمل کرنے سے ظاہر ہو گئے ہیں تحقیق یہی ہے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ مگر تم کو یہی سمجھنا چاہیئے جو تم نے کہا ہے (یعنی سب میری طرف سے ہے)

حضرت حاجی صاحب کے اس ارشاد پر حضرت تھانوی فرماتے ہیں

یہ عجیب بات فرمائی کیونکہ اگر اس پر تنبہ نہ کی جاتی تو ممکن تھا کہ عجب پیدا ہو جاتا اور وہ اپنے کو مستقل غیر محتاج الی الشیخ سمجھنے لگتا جس کا نتیجہ ہلاکت تھا واقعی۔

برکفے جام شریعت برکفے سنداں عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

گویا آپ ہی کی شان ہے (مقالات حکمت ص ۲۴۵)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں ہر شخص کے مناسب نسخے تجویز ہوتے تھے کسی کو خوف کے راستے سے پہونچایا کسی کو محبت کے راستہ سے کسی کو کثرت ذکر تعلیم فرمایا کسی کو تلاوت و نوافل بتلائے جسکے جو مناسب ہوا بتلادیا اور اسی سے بحمد اللہ کامیابی ہوتی تھی اور جو لوگ سب کو ایک لکڑی سے ہانکتے ہیں وہ بڑا ظلم کرتے ہیں (وعظ۔ تقلیل الطعام ص ۱۳۳)

حضرت ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں

ہمارے حاجی صاحب کے یہاں کوئی تقیید نہ تھی ہر شخص کیلئے اسکے مناسب نسخے تجویز فرماتے تھے کسی کو بالجہر کسی کو بالسر کسی کو تلاوت قرآن کسی کو تکثیر نوافل کسی کو خدمت خلق چنانچہ بعض کیلئے صرف اسکو نافع فرماتے تھے کہ تم اہل خانقاہ کی روٹی گوشت لادیا کرو پس مشائخ اور طالبین کو ایسا ہونا چاہیئے (وعظ۔ المعرق والرحیق ص ۳۹)

حضرت حاجی صاحب اپنے مریدوں کی تربیت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور پھر ہر ایک کی تربیت مختلف

طریقے سے فرماتے۔ آپ جس طریقے سے مناسب سمجھتے وہی طریقہ اسکے لئے اختیار کرتے تھے تاہم آپ نے اپنے متوسلین کے ساتھ سختی کا معاملہ کبھی نہیں فرمایا اور نہ کبھی تربیت کیلئے کوئی سزا تجویز فرمائی۔
حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب ایک مرتبہ حرم میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دوسرے کو مار رہا ہے (یا ایک شیخ اپنے مرید کو اٹھک بیٹھک کرا رہے ہیں) ہم لوگ سمجھتے تھے کہ یہ کوئی نوکر ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ پیر مرید ہیں اور فرمایا پیر ایسے ہوتے ہیں کبھی ہم نے بھی تم لوگوں کو مارا ہے واقعی حضرت کو اس قدر رحمت و شفقت تھی کہ کہیں نہ دیکھی ۔

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں　　　جانیں کیا چشم غضبناک کو ہم

میں نے حضرت کو دیکھا کہ اپنے مریدوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے تھے جیسا کہ لوگ اپنے پیروں کے ساتھ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت سے فیض زیادہ ہوا (وعظ۔ الاتفاق ص ۳۲)
حضرت تھانوی آپ کو بابرکت فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا (الافاضات ج ا ص ۱۸۷)
البتہ کبھی کبھی آپ کسی مصلحت کے پیش نظر معمول سے ہٹ کر نیا طرز بھی اختیار فرمالیتے تھے اور اس میں بھی اپنے مرید کی تربیت مقصود ہوتی تھی۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی ایک مرتبہ سامنے بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے کہ مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی آگئے دیکھ کر کہنے لگے کہ آہا آج تو مرید صاحب کے اوپر بڑی ہی نوازش ہو رہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے حضرت حاجی صاحب نے باوجودیکہ حضرت مولانا کا بے حد ادب فرماتے تھے مگر اس وقت مصلحت تربیت کیلئے فرمایا کہ ہاں ہے تو میری عنایت کہ میں اس طرح ساتھ بٹھا کر کھلا رہا ہوں ورنہ مجھ کو تو یہ حق ہے اور انکی یہ حیثیت ہے کہ میں روٹی انکے ہاتھ پر رکھ کر کہتا کہ وہاں بیٹھ کر کھاؤ اور اس ارشاد کے ساتھ کن آنکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ کوئی تغیر تو (حضرت گنگوہیؒ) پر نہیں ہوا۔
حضرت مولانا گنگوہیؒ پر اس ارشاد کا کیا اثر ہوا اسے حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ میں پڑھئے آپ سے کسی نے

پوچھا کہ حضرت اس وقت آپ کو ناگوار تو نہیں ہوا تھا آپ نے فرمایا
جہاں سے کچھ ملا کرتا ہے یا ملنے کی امید ہوتی ہے وہاں ناگواری نہیں ہوا کرتی (الافاضات ح ۳ ص
حیرت ص ۵۱۹)

حضرت حاجی صاحب کا طریقہ تعلیم و تربیت حضرت تھانوی کے ان الفاظ میں دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ
حضرت حاجی صاحب کی شخصیت کس قدر جامع تھی۔ آپ فرماتے ہیں
حضرت حاجی صاحب کے ہاں لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی مختصر اور پر مغز تعلیم ہوتی تھی (الافاضات ح
۳ ص ۶)

اور اس مختصر تعلیم میں بڑی بڑے شبہات حل کر دیے جاتے تھے آپ فرماتے ہیں
واقعی حضرت حاجی صاحب ایسے (یعنی فن تصوف اور اس میں پیدا ہونے والے اہم اور دقیق) شبہات کے
حل کرنے میں امام تھے (وعظ۔ المعرق والرحیق ص ۲۳)

حضرت حاجی صاحب کو اللہ تعالی نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ آپ بڑے دقیق مسائل کو سہل انداز میں بیان
کر دیتے تھے اور سائل مطمئن ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک عالم نے حضرت حاجی صاحب سے مشورہ لیا کہ میں چشتی سلسلہ میں بیعت کروں یا
نقشبندی سلسلہ میں؟ حضرت نے فرمایا کہ اچھا پہلے ایک بات بتلاؤ کہ ایک زمین میں تخم پاشی کرنا ہے اور
اس میں جھاڑ پھونڈ بہت ہیں تو کس طریقے سے تخم پاشی کرنا مناسب ہے اول تخم پاشی کرے پھر تدریجا
زمین کو صاف کرتا رہے یا اول اس جگہ کو صاف کرے پھر تخم پاشی کرے۔ عرض کیا حضرت میری رائے
میں تو اول تخم پاشی کر دینی چاہیئے پھر زمین کو صاف کرتا رہے فرمایا کہ جاؤ نقشبندیوں کے ہاں جا کر بیعت
ہو جاؤ تم کو انہی کے مذاق سے مناسبت ہے (الافاضات ح ۲ ص ۷۰ الرحیل ص ۷۲)

حضرت حاجی صاحب بڑے بڑے مشکل مسائل کو بڑے آسان اور دلنشین پیرائے میں بیان فرماتے تھے
اور ٹوٹے دل کی دنیا پھر سے آباد ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت سے کہا کہ حضرت میں ذکر کرتا
ہوں پر کچھ فائدہ نہیں ہوا آپ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ
یہ فائدہ کیا کم ہے کہ اللہ کا نام لیتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ویں نیاز و سوز و دل پیک ماست

اور فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اس نے اپنا نام لینے کی توفیق دی اور آپ اکثر یہ شعر فرمایا کرتے تھے۔

یا بم اورا یا نیابم آرزوئے مے کنم حاصل آید یا نیاید جستجوئے مے کنم

(میں اسے پالوں یا نہ پاسکوں آرزو جاری ہے حاصل ملے یا نہ ملے تلاش تو کئے جارہا ہوں)

اور فرمایا کرتے تھے کہ جس طاعت کے بعد پھر اس طاعت کی توفیق ہو یہ طاعت سابقہ کے قبول کی علامت ہے نیز حضرت نے فرمایا کہ تم تم کسی امیر کے گھر جاؤ جو تمہارا آنا پسند نہ کرے تو وہ کان پکڑ کر نکال دے گا جب مسجد میں جاتے ہو اور وہاں سے نہیں نکالے جاتے تو سمجھو کہ حاضری مقبول ہے چنانچہ غیر مقبولین کو حاضری کی توفیق بھی نہیں ہوتی (وعظ۔ مظاہر الامال ص ۷۲ تذکیر الآخرۃ ص ۱۳۱۔ سیرت الصوفی ص ۱۴ احکام العشرۃ الاخیرہ ص ۲۹۔ تقویم الزیغ ص ۳۸۔ مہمات الدعا ص ۲۳)

اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے خلفاء اور متوسلین سب کے سب خاصان خدا اور باکمال ہوئے ہیں اور ایک دنیا انکے علم و عمل سے فیضیاب ہوئی ہے۔ حضرت تھانوی آپ کی تربیت کی برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جو حالات اور جگہ برسوں کے مجاہدہ میں بھی پیدا نہیں ہوتے ہمارے حاجی صاحب کے یہاں بفضلہ تعالی ہفتوں میں حاصل ہو جاتے ہیں (اشرف السوانح ج ۲ ص ۵۶ اج ۴ ص ۱۰۶)

حضرت حاجی صاحب مشفق مرشد کی حیثیت سے

حضرت حاجی صاحب اپنے متوسلین اور مریدین کے حق میں بہت شفیق تھے اور اپنے معتقدین کے ساتھ بہت زیادہ محبت وعنایت کا معاملہ فرماتے تھے اسی شفقت کا نتیجہ تھا کہ حضرت کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہوا اور دور دور سے لوگ اپنی اصلاح کیلئے آنے لگے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی حضرت حاجی صاحب کے فیض کے عام ہونے کا ایک سبب یہ بھی بتاتے تھے کہ حضرت بہت شفیق تھے آپ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب سے فیض اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ حضرت طالبین کے ساتھ توجہ اور سہولت اور

تسلی بہت فرماتے تھے ظاہر میں کیسی ہی منکر بات ہوتی مگر اسکو بھی بشرط گنجائش اچھی حالت پر منطبق فرمادیتے اور یہ فرماتے تھے کہ فلاں حالت میں ایسی بات ہو جاتی ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس شفقت کا (الافاضات ج۲ ص ۲۳۵)

آپ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب سے جو فیض زیادہ ہوا وہ حضرت کی شفقت کی وجہ سے ہوا آپ کی شفقت کی حالت اسکی مصداق تھی۔

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است   زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

حضرت کی ذات کچھ عجیب وغریب تھی وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی کیونکہ پریشان کی وہاں تسلی ہی تھی اور ہر برے سے برے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔ (الافاضات ج ۵ ص حیرت ص ۵۴۸)

ایک مرتبہ فرمایا کہ

واقعی ہمارے حضرت کو اس قدر رحمت وشفقت تھی کہ کہیں نہ دیکھی نہ سنی (وعظ۔ الاتفاق ص ۲۳)

حضرت حاجی صاحب کے امر بالمعروف کی کیفیت

قرآن کریم نے تعلیم دی ہے کہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے حکمت وموعظت سے کام لینا چاہیئے ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے مخاطب کو وحشت ہو اور وہ پھر ہمیشہ کیلئے راہ ہدایت سے دور ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب کے امر بالمعروف کا طریقہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہوتا تھا آپ برائی میں گھرے لوگوں کو حکمت سے نیکی کے دریا میں اتار دیتے تھے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب سے ایک شخص مرید ہوئے وہ بہت آزاد تھے حضرت نے خود ہی ان سے فرمایا کہ مرید ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ حضرت جی دل تو میرا بھی چاہتا ہے مگر میری بری عادت کا مجھ سے ترک ہونا مشکل ہے میں نماز نہیں پڑھتا ناچ وغیرہ میں شریک ہوتا ہوں میں اس شرط کے ساتھ بیعت ہوتا ہوں

کہ نماز بھی نہ پڑھوں گا اور ناچ بھی دیکھوں گا حضرت نے فرمایا کہ منظور ہے مگر ایک شرط میں بھی لگاتا ہوں ۔اللہ اللہ آسانی سے جتنا ہو سکے پابندی سے روزمرہ کر لیا کرو۔(اگر کوئی خشک مولوی ہو تو یہ کہے گا کہ اچھا امر بالمعروف کیا بلکہ اسکا عکس کیا یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف کیا) مگر جب نماز کا وقت آیا تو ان کے بدن میں کھجلی شروع ہوئی بدن پر تیل لگایا اور علاج بھی کیا مگر کھجلی بڑھتی گئی آخر یہ خیال کیا کہ سرپانی سے دھولوں ہاتھ منہ دھویا تو کچھ سکون ہو گیا اس نے کہا کہ لاؤ سارا وضو ہی کیوں نہ کرلوں وضو کیا تو نصف کھجلی جاتی رہی پھر دھیان آیا کہ وضو تو کر ہی چکا نماز بھی پڑھ لوں نماز پڑھی تو کھجلی بالکل جاتی رہی پھر جب نماز کا وقت آئے تو یہی سلسلہ ہونے لگے رفتہ رفتہ پکا نمازی بن گیا اور ناچ بھی چھوڑ دیا کہ نماز پڑھ کے پھر ناچ دیکھنا بیہودہ حرکت ہے تو حضرت کا امر بالمعروف بالقلب تھا(الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۳۸)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا طریق تربیت کیا تھا اور کس حکمت کے ساتھ خدا کے بندوں کو خدا کے قریب لے آتے تھے۔اس واقعہ میں حضرت حاجی صاحب کی کرامت بھی ہے جو کبھی اس طرح بھی ظاہر ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد جو کہ پیرزادہ بھی تھا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں آیا حضرت نے فرمایا حزب البحر تمہارے بزرگوں کا معمول ہے تم اسے کیوں نہیں پڑھتے انہوں نے کہا اس مین جو اشارات ہیں وہ بدعت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اشارات کو چھوڑ وہ (یعنی حزب البحر) تمہارے گھر کی چیز ہے برکت کی چیز ہے۔(ارواح ثلاثہ ص ۲۳۰)

حضرت تھانویؒ اس پر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بزرگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے یہ لوگ بڑے قاعدے اور ترکیب سے نصیحت کرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب سلاسل اربعہ میں بیعت کرتے تھے ۔

صوفیاء کرام میں چاروں سلسلے معروف ہیں اور بزرگان دین اپنے اپنے سلسلے میں لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔حضرت حاجی صاحب کسی ایک سلسلہ میں بیعت کرنے کے بجائے بیک وقت چاروں سلسلوں میں

بیعت کرتے تھے۔ حضرت تھانوی اسکی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس میں چاروں سلاسل کا احترام باقی رہتا ہے اور کسی سلسلہ کی تحقیر نہیں ہوتی۔ آپ کہتے ہیں

ہمارے حضرت حاجی صاحب چاروں سلسلوں میں اسلئے بیعت فرماتے تھے تاکہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر وبد گمانی اور بد ظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے اس سے حضرت کا محقق ہونا معلوم ہوتا ہے بہت بزرگوں کو دیکھا مگر جو شان تحقیق اور حدود کی رعایت حضرت کے یہاں دیکھی کسی کے ہاں نہیں دیکھی۔ حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے صرف طریق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے معنون ایک ہے عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرے گا وہ اس طریق میں محروم رہے گا۔ ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے (الافاضات ج ۴ حیرت ص ۵۵۱) ہمیں تو حضرت حاجی صاحب نے یہ سکھایا ہے کہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو باپ سمجھو اور دوسرے سلسلہ والوں کو چچا (ملفوظات اشرفیہ ص ۲۱۸)

سلسلہ چشتیہ صابریہ کی مقبولیت

حضرت حاجی صاحبؒ چاروں سلسلوں کے شیخ تھے اور آپ ان چاروں سلسلے کے اسرار ورموز سے اچھی طرح واقف تھے تاہم آپ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو بہت قبولیت ملی اور عرب وعجم کے مشائخ وعوام نے اس سلسلہ سے بہت فیض پایا۔ جناب خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں

صابریہ سلسلہ کا مرکز اس دور (یعنی اٹھارویں صدی) میں امروہہ بنا وہاں حضرت شاہ عضد الدین (۱۱۷۲ھ) حضرت شاہ عبد الہادی (۱۱۹۰ھ) حضرت شاہ عبد الباری (۱۲۲۶ھ) نے تزکیہ نفس اور تجلیہ باطن کی وہ محفلیں گرم کیں کہ فضائیں تک جگمگا اٹھیں شاہ عبد الباری کے خلیفہ سید عبد الرحیم فاطمی (۱۲۴۶ھ) شیخ کی مجلس سے دین کا ایسا درد لے کر اٹھے کہ جب تک زندہ رہے احیائے سنت کیلئے کوشاں رہے جب حضرت سید احمد شہید نے جہاد کی تیاری کی تو انکے ساتھ ہو گئے اور بالاکوٹ کے میدان میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے انکے خلیفہ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ (۱۲۵۹ھ) کے دامن تربیت سے ایک ایسا شخص اٹھا جس نے صابریہ سلسلہ کو عروج کی انتہائی منزل پر پہنچادیا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے فیوض

ہندوستان تک ہی محدود نہ رہے دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی انکے اثرات پہنچے (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳۴)

جناب مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں

حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء بے شمار ہر دیار و امصار میں ہیں متاخرین چشتیہ صابریہ میں حضرت ممدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔(انوار العاشقین ص ۸۲ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۱۴ء)

حضرت حاجی صاحب اپنے شیخ و مرشد کے سلسلہ کے امین اور انکی روشنی تھے جو چاروں طرف پھیلی یہ پیشگوئی آپ کے مرشد بہت پہلے کر چکے تھے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت میانجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وفات کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کس قدر پھیلے گی چنانچہ مشاہدہ ہے (الافاضات ج ۵ ص ۴۶)

حضرت حاجی صاحب کے طریق کا حاصل

حضرت حاجی صاحب کے طریق کا حاصل یہ ہے کہ باطن میں عشق و سوز ہو اور ظاہر میں اتباع ہو۔اور بزرگی وہ ہے جس میں بزرگی مٹ جائے مگر بدوں بزرگی پہلے ہوئے فناء حاصل نہیں ہوتی جیسے انبہ میں شیرینی جب آتی ہے کہ پہلے ترشی آئے شرینی کی قابلیت ترشی سے ہوتی ہے جیسے انبہ میں ترشی نہ آئے تو وہ شیریں نہیں ہوتا بلکہ اسکا مزہ خراب رہتا ہے بزرگی درمیان میں آتی ہے پھر (مقام) فناء حاصل ہوتا ہے (کمالات اشرفیہ ص ۱۲۷)

حضرت حاجی صاحب کے بیعت کرنے کا مقصد

حضرت حاجی صاحب اس مقصد سے کبھی بیعت نہ کرتے تھے کہ انکے مریدوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور

آپ کسی ایک بڑی جماعت کے شیخ سمجھے جائیں۔ نہیں ہر گز نہیں۔ حضرت حاجی صاحب پر اس قدر تواضع اور فنائیت غالب تھی کہ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے چھوٹا سمجھا کبھی فخر و کمال کا دعوی نہ کیا جب کوئی بیعت کیلئے آتا تو آپ اسے بیعت فرمالیتے مگر نیت کیا ہوتی تھی اسے حضرت حکیم الامت سے سنئے۔

حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میاں ہم اس نیت سے بیعت کر لیتے ہیں کہ وہ زوردار ہو گا تو ہم کو لے جائے گا اور ہم زوردار ہونگے تو اسکو لے جائیں گے۔(وعظ۔ذم ہوی ص ۳۲) اگر ہمارے اپنے تعلق والے پر رحمت ہو گئی تو ہم بھی اسکے ساتھ ہو جائیں گے (الافاضات ح ۴ ص خیرت ص ۵۳۶)

حضرت حاجی صاحب کے اس بیان میں کس قدر فنائیت اور تواضع ہے۔ آجکل کے پیر اور شیخ جو صرف ایک ہی طرف کی بات کرتے ہیں اور یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم سے جو تعلق رکھے گا وہ ہی بچے گا۔ وہ حضرت کے اس بیان پر غور فرمائیں آپ فرماتے ہیں۔

بیعت تو جانبین سے مصافحہ و دستگیری ہے قیامت کے روز پیر اور مرید سے جو مرحوم ہو گا وہ مبغوض کو جنت کی طرف کھینچ لے گا اور مبغوض کے غلبہ کا احتمال نہیں کیونکہ سبقت رحمتی علی غضبی اس واسطے بیعت میں وسعت کرتا ہوں (کلمۃ الحق ص ۲۷ الافاضات ح ۲ ص ۱۵۱)

حضرت تھانویؒ ایک مجلس میں حضرت حاجی صاحب کا یہ ارشاد بھی نقل فرماتے ہیں کہ

اگر پیر مرحوم ہو گا مرید کو جنت میں لے جائے گا اور اگر مرید مرحوم ہو گا تو پیر کو جنت میں لے جائے گا (الافاضات ح ۲ ص ۱۳۱)

حکیم الامت حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں کہ

جو مشائخ اہل ادراک ہیں وہ رات دن دیکھتے ہیں کہ مریدین سے ان کو کیا کیا فیض ہوئے ہیں لیکن ان سے کہتے اسلئے نہیں کہ کہیں انکا دماغ نہ بگڑ جائے اور عجب و کبر کی بلا میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ غرض یہ کہ جب چھوٹوں سے فیوض پہنچتے ہیں تو اپنے اکابر سے استغناء کی گنجائش نہیں اسلئے کسی اہل اللہ کا اتباع کرنا علاج اعظم ہے اتباع شریعت میں۔(وعظ۔ذم ہوی ص)

حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ کی برکت

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اجل علماء کی ایک بڑی تعداد شامل ہوئی اور آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ میں جو برکت رکھی اور روحانی دنیا میں اسے جو مقام و مرتبہ ملا ہے وہ اہل نظر و خبر سے مخفی نہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ
حاجی صاحب کے سلسلہ میں داخل ہونے سے حب دنیا فوراً جاتی رہتی ہے اور خوش فہم بھی صحیح ہو جاتا ہے اور فاقہ بھی جاتا رہتا ہے خاتمہ اولیاء کی طرح ہوتا ہے یا بالخیر ہوتا ہے (الکلام الحسن ج ۲ ص ۷۴۔ کلمۃ الحق ص ۱۰)
اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ میں اور آپ کے تعلق میں بڑی برکت رکھی تھی اور اسکا بڑا اثر تھا جن لوگوں نے حضرت حاجی صاحب کے ساتھ اپنا روحانی تعلق قائم کیا وہ کبھی محروم نہ رہے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ
الحمد للہ ہمارے حضرت مرشد کے متعلقین کا خواہ بواسطہ ہوں یا بلاواسطہ خاتمہ بالخیر ہوتا ہے یہ امر تجربہ سے ثابت ہوا ہے بارہا آزمایا گیا ہے برے ہوں یا بھلے مگر اس تعلق میں یہ اثر ہے کہ حق تعالیٰ نجات کی صورت پیدا کر دیتے ہیں ہمارے حضرت مرشد بڑے مقبول خدا تھے (مقالات حکمت ص ۷۵)
جو بلاواسطہ حضرت سے بیعت ہوا اسکا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد بھی دنیادار رہے مگر انکا خاتمہ بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا (اشرف السوانح ج ۳ ص ۱۷۳)

حضرت حاجی صاحب ایک مجاہد کی حیثیت سے

حضرت حاجی صاحب کے شیوخ پر نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے نہ صرف یہ کہ تزکیہ قلب میں بہت اونچے مقام پر تھے لبلکہ آپ میں ان بزرگوں کی نسبت جہاد بھی پوری طرح جاگ رہی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں آپ نے انگریزی فوج سے باقاعدہ جہاد کیا اور مجاہدین کی قیادت کی تھی۔ شاملی کا

میدان اسکا گواہ ہے۔ آپ نے اپنے رفقاء اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہندوستان سے انگریزی عملداری ختم کرنے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ گو آپ اور آپ کے رفقاء اس میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزوں نے آپ کے گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دئے تاکہ آپ کو پکڑ کر تحریک کچل دی جائے۔ مجبوراً آپ کو ہجرت کی راہ اختیار کرنی پڑی اور آپ کسی نہ کسی طرح مکہ معظمہ پہنچ گئے اور یہاں سے حتی الامکان اس تحریک کی قیادت اور اسکی حمایت و معاونت کرتے رہے۔ مؤرخ اسلام مولانا سید محمد میاں صاحب لکھتے ہیں

تحریک ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے اسی مرکز کا رخ فرمایا اور غیر معمولی مشکلات اور پریشانیاں برداشت کر کے مکہ معظمہ میں بیٹھ کر آخر تک ہندوستانی تحریک کی قیادت کرتے رہے (علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۲۸۶)

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء سے تقریباً ۱۶ سال پہلے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) نے ہندوستانی تحریک کا مرکز مکہ معظمہ منتقل کر دیا تھا اور دہلی میں ایک نمائندہ بورڈ بنا دیا تھا جسکی صدارت پہلے مولانا مملوک علی صاحب کے سپرد تھی اور پھر یہی حاجی امداد اللہ جو ۱۸۵۷ء میں علاقہ تھانہ بھون کے امیر قرار دئے گئے اس بورڈ کے صدر بنا دئے گئے (ایضا)

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب نے آپ کو ہندوستان کی تحریک آزادی میں اہم ذمہ داری بھی دے رکھی تھی مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں

جاء الامیر امداد الله الی الحرمین فی ۱۲۶۱ھ ولقی الشیخ محمد اسحق واخذ عنه الطریق والدعوة ثم عاد الی الهند فی سنة ۱۲۶۲ھ وقصده الناس من اطراف البلاد واجتمع علیه اکابر اهل العلم مثل مولانا محمد قاسم ومولانا رشید احمد والشیخ فیض الحسن السهارنفوری وجمع کبیر من علماء الهند (شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ص ۱۸۳)

(ترجمہ) امیر جماعت حاجی امداد اللہ صاحب ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ آئے اور شیخ محمد اسحٰق صاحب سے ملاقات کی اور انکی تحریک کا لائحہ عمل اور طریقہ معلوم سیکھا اور ۱۲۶۲ھ میں ہندوستان واپس آئے وہ

لوگ جو اس سلسلہ سے وابستہ تھے انہوں نے حاجی صاحب کو اپنے تعلقات کا مرکز بنایا اکابر اہل علم جیسے مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا شیخ فیض حسن سہارنپوری اور علماء ہند کی ایک جم کبیر آپ کے گرد جمع ہو گئی۔

مولانا عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں

قامت جماعة من العلماء والصلحاء واهل الغيرة من المسلمين فى سهارن پور ومظفر نگر فاعلنوا الحرب على الانكليز واختاروا الشيخ امداد الله اميرا لهم واشتبك الفريقان فى ميدان شاملى قرية من اعمال مظفر نگر فقتل حافظ محمد ضامن شهيدا وانقلبت دائرة على المسلمين ورسخت اقدام الانكليز واشتد بطشهم بكل من اتهم بالمشاركة فى هذه الثورة وضاقت على العلماء العاملين الغيارى الارض وضاق مجال العمل فى الهند وقضى بعض الرفقة مدة فى الاختفاء والانزواء ولجا بعضهم الى الهجرة ومغادرة البلاد وآثر الشيخ امداد الله الهجرة الى مكة المكرمة (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۱)

(ترجمہ) سہارنپور مظفر نگر میں علماء صلحاء اور اہل غیرت مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی اور انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور ان سب نے حاجی امداد اللہ صاحب کو اپنا امیر بنالیا شاملی کے میدان میں دونوں کے درمیان مقابلہ ہوا اس میں حافظ ضامن صاحب نے شہادت پائی مسلمانوں کے حالات میں انقلاب آگیا انگریزوں کے قدم راسخ ہو گئے اور انکی گرفت سخت ہوتی گئی علماء پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی اور ہند میں کام کا میدان تنگ ہونے لگا بعض لوگ کچھ عرصہ روپوش ہو گئے اور بعض نے ہجرت کی راہ اختیار کی شیخ امداد اللہ ﷫ مکرمہ کی جانب ہجرت کو ترجیح دی

انگریزوں کے خلاف اٹھی یہ تحریک اس وقت کامیاب نہ ہو سکی اور انگریزوں نے پوری کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کر لیا جائے اسکے لئے مختلف علاقوں اور مکانوں پر چھاپے مارے جہاں جہاں آپ کی موجودگی کا شبہ ہوتا پولیس آپ کے تعاقب میں پہنچ جاتی مگر آپ انکے ہاتھ نہ آسکے۔

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

حضرت حاجی صاحب نے تقریباً ڈیڑھ سال مختلف علاقوں کے دیہات میں گزارا۔ ۱۲۷۶ھ میں

ہجرت فرمائی تبت سے روانہ ہوئے سندھ کے راستہ سے کراچی پہنچے اور بحری جہاز سے مکہ معظمہ کیلئے روانہ ہو گئے۔

حضرت حاجی صاحب کا قیام مکہ معظمہ

جب حاجی صاحبؒ مکہ معظمہ پہونچے تو آپ کا قیام رباط اسماعیل میں ہوا۔ ہندوستان سے نواب حیدر آباد دکن نے اپنے وکلاء کے ایک حکم کے ذریعہ حضرت کی رہائش کا انتظام کیا ۔ پھر مکہ معظمہ میں آپ کے ایک مخلص مرید نے ایک مکان خرید کر حضرت کے نذر کر دیا۔ حضرت حاجی صاحب اس مکان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں شیخ اکبر (محی الدین ابن عربیؒ) رہا کرتے تھے (کرامات امدادیہ ص)

مکہ مکرمہ میں آپ کے ابتدائی ایام کس طرح گذرے اسے آپ کی زبانی دیکھیں۔ آپ لکھتے ہیں

جب میں اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم مراقبہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تم کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ ہو گا میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کرے گا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں (کرامات امدادیہ ص ۳۲۔ وعظ تاسیس البنیان ص ۴۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے (دیکھئے نقش حیات ج ا ص ۶۵)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے مکہ مکرمہ میں گزرے ہوئے ابتدائی ایام بہت سخت تھے پھر اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی اور پھر آخر تک فضل خداوندی شامل حال رہا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں

جب آپ ہجرت کر کے گئے تو وہاں آپ کا کوئی اس وقت شناسا نہ تھا چالیس روز تک فاقے ہوتے رہے یہاں تک کہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرنے کی طاقت باقی نہ رہی ایک روز سجدے میں رو کر عرض کیا کہ اے اللہ یہ امداد اللہ آپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے در پر سوال نہیں کر سکتا اسی رات آپ نے خواب میں ایک ہاتف غیبی سے سنا کہ یہ خزانہ کی کنجی لے لو آپ نے عرض کیا کہ میں خزانہ نہیں چاہتا بس یہ چاہتا ہوں کہ صرف اللہ کا محتاج رہوں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اسکے بعد آپ کو کبھی فاقہ کی تکلیف نہ ہوئی اور فتوحات غیبیہ کھل گئیں اور کچھ دن بعد توجوق درجوق طالبین آنے لگے اور آپ شیخ العرب والعجم ہو گئے لیکن حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ تنگی اور فاقہ زدگی میں حق تعالیٰ کی طرف سے جو انوار و فیوض اور نفحات کرم قلب پر وارد ہوتے تھے اس لطف کو اب دل ترستا ہے (معرفت الٰہیہ ص ۱۴۳)

حضرت حاجی صاحب پر توحید کا غلبہ

حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب میں محبت حق کا ایسا غلبہ تھا کہ بجز ایک طرف کے دوسری طرف نظر ہی نہ تھی اور ہر بات میں توحید کی جھلک پائی جاتی تھی باوجود اصطلاحی عالم نہ ہونے کے بیان کے وقت حقائق کی وہ تحقیق ہوتی تھی کہ مجلس میں اکثر اہل علم ہوتے تھے سب کے سب انگشت بدندان ہو جاتے تھے (الافاضات ح حیرت ص ۵۴۵)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحبؒ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ حق غالب تھی آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کر دیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کرتے ہیں۔ مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی۔

خلیل آسا در ملک یقین زن   نوائے لااحب الافلین زن

بس معاً ہی فرماتے ہیں کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے اور پھر آپ نے اللہ کے اسمائے جلالیہ وجمالیہ یعنی لطیفہ و قہریہ کی تحقیق فرمائی (وعظ النور ص ۴۔ اشرف المواعظ ص ۱۵۰)

آپ فرماتے ہیں

حضرت پر توحید کا بہت زیادہ غلبہ تھا وحدۃ الوجود تو حضرت کے سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشاہد عینی ہے ایک مرتبہ سورہ طہ سنتے رہے اور اس آیت پر پہنچ کر الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنى حضرت پر اس کا غلبہ ہو گیا۔ بطور تفسیر کے فرمایا کہ پہلے جملہ پر سوال وارد ہوا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نہیں تو یہ حوادث کیا ہیں؟ جواب ارشاد ہوا له الاسماء الحسنى یعنی یہ سب اسی اسماء و صفات کے مظاہر ہیں (ایضاً ص ۵۱۳)

سالکین کو مراقبہ توحید سے منع فرمانا

حضرت حاجی صاحب نے سالکین اور طالبین کو مراقبہ توحید سے منع فرمایا ہے کیونکہ بعض حالات میں سالکین حقیقت تک نہیں پہنچ پاتے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ راہ سے بھٹک نہ جائیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب نے مراقبہ توحید سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس مراقبہ سے یہ معرفت پیدا ہوتی ہے کہ سب تصرفات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس اگر یہ معرفت حاصل ہو گئی اور قلب میں محبت نہ ہوئی تو ایسی صورت میں مثلاً اسکا بیٹا مر گیا مراقبہ توحید کا اثر تو یہ ہو گا کہ اماتت کو حالاً و غلبۃً فعل حق خیال کرے گا اور محبت نہ ہونے کے سبب اس فعل کو مکروہ و ناگوار سمجھے گا تو ایسی صورت میں یقیناً حق تعالیٰ سے بغض پیدا ہو گا بخلاف دوسرے شخص کی کہ گو اس نسبت کا اسکو اعتقاد تو ہو گا مگر غلبہ استحضار کا نہ ہو گا اسلئے وہاں یہ محذور لازم نہ ہو گا (الکلام الحسن ج ا ص ۱۰۳)

ہمارے حضرت نے صاف طور سے تحریر فرمادیا ہے کہ شیوخ محققین از مراقبہ توحید افعالی منع فرمودند

اسکی وجہ یہی ہے کہ ہر شخص اس مراقبہ کا اہل نہیں اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس مراقبہ کا تحمل کر سکیں چنانچہ بہت سے اسکی بدولت گمراہ ہو چکے ہیں (الافاضات ح ۱۰ ص ۱۱۶)

حضرت حاجی صاحب نے مراقبہ توحید اصطلاحی کو اس زمانہ میں ممنوع فرمایا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالی کے تصرفات کا استحضار ہوتا ہے اور تصرفات الہیہ نافع بھی ہیں اور ضارہ بھی ہیں پس اگر اللہ سے محبت کم ہوگی جیسا اس وقت غالب حالت ہے تو استحضار تصرفات ضارہ سے ناگواری ہوگی مثلا بیوی بچے کے مرنے کے تصرف کا جب استحضار ہوگا تو محبت کی کمی کے سبب اس سے اللہ کے ساتھ بغض پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ لہذا یہ مراقبہ ناقص المحبت کو نقصان دیتا ہے اور جس پر توحید غالب نہ ہوگی وہ ان اسباب کو حوادث کی طرف منسوب کرے گا تو اللہ تعالی سے اسکو انقباض نہ ہوگا (فیوض الخالق ص ۳۴)

حضرت حاجی صاحب خدا اور رسول کے احترام میں

حضرت حاجی صاحب خدا تعالی اور نبی اکرم ﷺ کے ادب واحترام میں ہمیشہ سر جھکائے ہوئے تھے اور جس چیز کو اللہ تعالی اور اسکے رسول سے کسی درجے میں بھی کوئی نسبت ہوتی تو آپ کا دل اسکے احترام میں جھک پڑتا تھا۔ خانہ کعبہ کا پردہ سیاہ رنگ کا ہے اور روضہ اقدس پر سبز رنگ کا غلاف رکھا ہوا ہے۔ رنگ اور کپڑے میں بذات خود کوئی فضیلت نہیں لیکن جب یہ کپڑا اور رنگ کسی عظیم ہستی سے منسوب ہو جاتا ہے تو اہل دل اس نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسکا بھی ادب کرتے ہیں۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب سیاہ نری اور کیمخت کا جوتہ نہ پہنتے تھے خادم کے پوچھنے پر فرمایا کہ ارے باؤلے میں نے جب سے خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ دیکھا ہے اور روضہ مبارک پر سبز غلاف دیکھا ہے اس رنگ کو پاؤں میں ڈالنا خلاف ادب سمجھتا ہوں (افاضات ح ۵ ص حیرت ص ۵۵۵)

<u>حضرت حاجی صاحب کے اخلاق واوصاف</u>

حضرت حاجی صاحب کے اخلاق عالیہ

حضرت حاجی صاحب بہت خوش اخلاق تھے۔ اپنے متوسلین ومعتقدین کیلئے تو شفیق تھے ہی۔ دوسرے

حضرات کے حق میں بھی آپ نے کبھی کوئی ایسا قول وعمل نہ اپنایا جو اخلاق کے خلاف ہو۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب مجسم اخلاق تھے (الافاضات ج ا ص ۱۸۳)

ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضائع ہوتی تھی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے ایک روز حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا بیچارے درویش رات کو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو یہ کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ لحاظ چاہیئے (وعظ۔ حقوق المعاشرت ص ۲۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا اخلاق اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی کو اپنے پاس آنے سے روک دیں خواہ اسکے لئے آپ کو تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ آپ ہر آنے والے کے ساتھ اچھے اخلاق سے ملتے تھے۔ حافظ ضامن شہیدؒ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب قائم اللیل بزرگوں میں سے تھے۔ رہا حضرت حافظ ضامن شہید کا اس شخص کو سختی سے تنبیہ کرنا تو اسکی وجہ حکیم الامت حضرت تھانوی سے سنئے

حضرت حافظ صاحب کی یہ تیزی بضرورت تھی بعض وقت اصلاح بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی کسی کے پاس جانے میں اسکا خیال رکھے کہ اطلاع کر کے جاوے اور عام بیٹھک میں بلا اطلاع جانا جائز ہے اور لاتدخلوا بیوتا سے مستثنی ہے مگر خاص خلوت کے وقتوں میں وہاں نہ جانا چاہیئے شاید تکلیف یا گرانی ہو (ایضا)

اسی طرح حضرت حاجی صاحب ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے آپ کو کسی کا دل توڑنا گوارا نہ تھا حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ہمارے حاجی صاحب کو جو کوئی مشورہ دیتا تو ہر ایک شخص کے مشورہ پر فرمادیتے اچھا جیسی مرضی۔ چاہے وہ حضرت کی رائے کے موافق ہوتا یا خلاف کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے ہر ایک کے جواب میں اچھا جیسی مرضی ہی فرماتے تھے (وعظ۔ تکمیل الانعام ص ۷)

بسااوقات کوئی بات حضرت کے مزاج کے خلاف ہوتی مگر آپ اسے لطائف الحیل سے ٹال دیا کرتے تھے کہ سامنے والے کا دل نہ ٹوٹے حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ایک شخص نے حضرت سے نے سننے کی درخواست کی مگر حضرت کو نہ سننا منظور تھا اور نہ اسکی دل شکنی۔ فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو نااہل کے سامنے پیش کرنا فن کی ناقدری کرنا ہے (الافاضات ح ۳ ص ۳۷۸)

حضرت حاجی صاحب کی انکساری وتواضع

حضرت حاجی صاحب کے ان بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ مشائخ حق کبھی عجب وغرور میں نہیں آتے ان میں عبدیت اور فنائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے انکی نظر مرید کے مال وجائیداد پر نہیں ہوتی انکے اخلاق وکردار پر ہوتی ہے اور اسی نیت سے انکی تربیت باطنی کرتے ہیں شاید یہی لوگ ذریعہ نجات بن جائیں۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حاجی صاحب کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں (کمالات اشرفیہ ص ۲۷۹۔ ص ۲۱۷)

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

میرے پاس جو لوگ آتے ہیں انکے قدموں کی زیارت کو موجب نجات جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً اچھے ہیں اور انکے اچھے ہونے کی میرے پاس دلیل یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود میرے ناچیز ہونے کے حسن ظن رکھتے ہیں (کمالات اشرفیہ ص ۱۱۵)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ سب کو اپنے سے اچھا سمجھتے تھے کسی کو بھی اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے بار بار کراہت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مار رہے ہو (وعظ۔ السباح ص ۹)

آپ فرماتے ہیں

حضرت کے انکسار اور شان عبدیت کا کیا ٹھکانہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو اہل نظر سے چھپا رکھا ہے (الافاضات ج ا ص ۱۴۱)

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے

ہمارے حضرت کی عجیب شان تھی اور عبدیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ کی ہر بات سے شان فناء ٹپکتی تھی (الافاضات ج ۵ ص حیرت ص ۵۵۴)

حضرت حاجی صاحب جب ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں پہلے ایک سرائے میں قیام کیا ایک دن ایک شخص وہاں رہنے والوں کو ایک ایک دونی تقسیم کر رہا تھا جب وہ حضرت کے حجرہ پر پہونچا تو یہاں شاہانہ دربار تھا حق تعالیٰ نے حضرت کو لطیف طبیعت عطا فرمائی تھی اسلئے سب صاف ستھرا سامان رہتا تھا وہ یہ دیکھ کر رکا اور حضرت کو دونی نہ دی تو آپ خود فرماتے ہیں کہ

بھائی تم نے ہمارا حصہ نہ دیا کہنے لگا کہ حضرت آپ کی خدمت میں ایسی حقیر چیز پیش کرنا خلاف ادب ہے فرمایا سبحان اللہ کیا تم مجھے زمرہ فقراء سے خارج سمجھتے ہو بھائی میں تو فقیر ہی ہوں اور فقیر سمجھ کر ہی لوگ کچھ دے دلا جاتے ہیں اسی سے یہ سامان اکٹھا ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو لاؤ میرا حصہ لاؤ۔ یہ سن کر تو وہ شخص باغ باغ ہو گیا کہ اللہ اکبر میرے کہاں ایسے نصیب کہ حضرت خود مانگیں اور خوشی خوشی ایک دونی پیش کر دی۔ یہ تو شان تواضع تھی کہ ایک دونی کیلئے بھی اپنی احتیاج ظاہر فرمائی (وعظ اسباب الفتنہ ص ۹۵۔ الکلام الحسن حصہ دوم ص ۲۵۶)

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نانوتویؒ فرماتے تھے کہ

حضرت کے ہاں کوئی تصنع کی بات نہیں دیکھی (الافاضات ج ۳ ص حیرت ص ۵۲۰)

حضرت حاجی صاحب کا حسن ظن

یہ حضرت حاجی صاحب کے تواضع اور آپ کی انکساری ہی تھی کہ حضرت سب کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے اور دوسروں کے بارے میں آپ پر حسن ظن کا بہت زیادہ غلبہ رہتا تھا۔ حضرت تھانوی فرماتے

ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب کے نزدیک اس قدر حسن ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا (ارواح ص ۲۲۸)

اسی حسن ظن کا نتیجہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب بسا اوقات ان امور میں بھی شریک ہو جاتے تھے جس سے علماء روکتے تھے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

حاجی صاحب میں حسن ظن کا غلبہ تھا اسی واسطے مولود شریف میں شریک ہو جاتے تھے (الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۳۹)

مولود کی محفلوں میں جانا اسی حسن ظن کی بناء پر تھا یہ کوئی اصل دین کی حیثیت سے نہ تھا۔ پھر مولود کی یہ مجلسیں آج کی محفلوں سے بہت مختلف تھیں تاہم اسے علماء دینی حیثیت دینے کیلئے تیار نہ تھے حضرت حاجی صاحب محض کبھی حسن ظن کی وجہ سے شریک ہو جاتے تھے لیکن آپ نے شریک نہ ہونے والوں کو کبھی برا نہ جانا۔ حضرت حاجی صاحب نے دوسروں کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن رکھا کبھی سوئے ظن نہ رکھا آپ کے اجازت یافتہ لوگوں میں بھی بعض لوگ اسی حسن ظن کی وجہ سے اجازت یافتہ تھے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کے یہاں سب قسم کے لوگ شامل تھے اور اجازت بھی دو قسم کی تھی ایک تو وہ کہ حضرت حاجی صاحب خود ہی اپنی رائے سے اجازت مرحمت فرماتے تھے اور دوسری وہ کہ بعض لوگ خود حضرت حاجی صاحب سے عرض کرتے کہ حضرت میں لوگوں کو اللہ کا نام بتلا دیا کروں حضرت فرماتے کہ اچھا بھائی بتلا دیا کرو ایسے اصحاب کی نسبت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ بھائی میں کس طرح کہدوں کہ تم اللہ کا نام نہ بتلایا کرو

اس پر حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کے اخلاق نہایت وسیع تھے اور حسن ظن غالب تھا اسی وجہ سے اس قسم کے اجازت یافتہ لوگ بھی تھے (ملفوظات اشرفیہ ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت حاجی صاحبؒ کا استغناء

حضرت حاجی صاحب کی شان استغناء یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت پر کئی دن کا فاقہ تھا ایک شخص نے

صورت سے پہچان لیا کہ حضرت فاقہ سے ہیں ایک شخص نے صورت سے پہچان لیا کہ حضرت فاقہ سے ہیں وہ حضرت کی لنگی مانگ کر لے گیا اور اس میں دو سو ریال باندھ کر لایا اس وقت حضرت نماز یا ذکر میں مشغول تھے وہ پاس رکھ کر چلا گیا اب استغناء کی یہ کیفیت دیکھئے کہ حضرت نے جب لنگی اٹھائی تو اسکا وہم بھی نہیں ہوا کہ یہ ریال اس نے مجھے دئے ہیں بلکہ یہ سمجھے کہ امانت رکھ گیا ہے اٹھا کر احتیاط سے امانت کی جگہ رکھ دئے دوسرے وقت پھر فاقہ سے رہے اس نے جب دوسرے وقت بھی اسی حال میں دیکھا تو آکر عرض کیا کہ آپ نے وہ ریال خرچ کیوں نہ کر لئے آپ نے فرمایا بھائی امانت کو کیسے خرچ کر لوں۔ کہا حضرت وہ امانت نہ تھی بلکہ وہ تو میں ہدیہ دے گیا تھا فرمایا ہدیہ اس طرح دیا کرتے ہیں کہ پاس رکھ کر چلے گئے کچھ کہا نہ سنا۔ اس نے غلطی کی معافی چاہی تب آپ نے ان کو خرچ کیا تو شان استغناء یہ تھی کہ دو سو ریال پر ضرورت و حاجت کے وقت بھی ہدیہ کا گمان نہ ہوا بلکہ امانت ہی سمجھتے رہے (وعظ۔ اسباب الفتنہ ص ۹۷)

حضرتؒ کے متوسلین میں بہت سے ایسے حضرات بھی تھے جو حضرت کے ایک حکم پر بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن آپ کی شان استغناء آپ کو اسکی اجازت نہ دیتی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ میں سلطان (عبد الحمید خان) کے پاس جا رہا ہوں اگر آپ فرماویں تو سلطان سے آپ کا تذکرہ کر دوں آپ نے فرمایا کہ۔

کیا فائدہ ہو گا بیش بریں نیست کہ میرے معتقد ہو جائیں گے پھر اس اعتقاد کا نتیجہ کیا ہو گا کہ وہ مجھ کو بلالیں گے جسکی حقیقت یہ ہو گی کہ بیت السلطان سے قرب اور بیت اللہ سے بعد ہو گا سو مجھ کو یہ منظور نہیں

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

اس میں تو حضرت نے اپنی شام استغناء کو بیان فرمادیا مگر اس میں بڑائی کا شبہ ہو سکتا تھا اسکا یہ علاج کیا کہ فرمایا

لیکن میں نے سنا ہے کہ سلطان بہت عادل ہیں اور روایات میں آیا ہے کہ سلطان عادل کی دعا قبول ہوتی ہے تو آپ میرے واسطے دعا کرا دیجئے گا (پسندیدہ واقعات ص ۲۸۸)

حضرت کے اس ارشاد میں جہاں دنیوی ضروریات سے استغناء واضح ہوتا ہے وہیں دینی امور میں احتیاج

کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ وہ کبھی دینی امور میں بڑائی اور فخر نہیں کرتے ہمہ وقت احتیاج ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کا محتاجوں کی خبر گیری کرنا

محتاجوں اور بے کسوں کی خبر گیری کرنا اور تکلیفوں کے وقت انکے کام آنا حضور ﷺ کی سنت اور آپ کی تعلیم ہے ۔اور اپنی حاجت کے ہوتے ہوئے دوسروں کی حاجت پورا کرنا صحابہ کرام کا طریقہ رہا ہے۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ. حضرت حاجی صاحبؒ کے متوسلین آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ وغیرہ ارسال فرماتے تو آپ اسے محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ایک بار حضرت حاجی صاحب نے ایک شریف شخص کو جسے حاجت تھی یک مشت چھ ہزار روپے دے دئے یہ کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں پیش کئے تھے حضرت حاجی صاحب کی عجیب حالت تھی (مقالات حکمت ص ۳۶۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے نزدیک دنیا کی کوئی حقیقت نہ تھی اگر آپ کے ہاں اسکی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو آپ اس کا انتظام فرماتے اور اسکا فکر و اہتمام کرتے۔ہاں آپ قرض کے بارے میں بہت محتاط تھے ۔ حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ

حضرت کا جب انتقال ہوا ہے تو کچھ بھی نہ تھا پھر فرمایا کہ حضرت اسکا بھی اہتمام رکھتے تھے کہ قرض نہ ہونے پائے (کمالات اشرفیہ ص ۳۳۵)

حضرتؒ کے پاس جب بھی کوئی محتاج اور سائل آتا آپ اسے کبھی محروم نہ لوٹاتے جو کچھ ہوتا اسے دے دیتے آپ سائل سے سخت اور درشت لہجہ میں بات کرنے کو سخت ناپسند کرتے تھے اور نہ کبھی سائل کے آنے سے آپ تنگ ہوتے تھے کہ یہ قرآنی ہدایت اور اسکی تعلیم کے منافی تھا واما السائل فلا تنھر۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت کچھ تقریر فرمارہے تھے شاید مثنوی کا سبق ہو رہا تھا اور مجلس بہت گرم تھی اتنے میں ایک سائل نے آکر بیچ میں اپنی حاجت پیش کر دی اور حضرت فورا تقریر ختم کر کے بڑی بشاشت سے اسکی کچھ خدمت کرنے میں مشغول ہو گئے جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ کہاں بیچ میں آکر حارج ہو گیا کیسی اچھی تقریر ہو رہی تھی فرمایا خبردار سائل سے تنگ نہیں ہوا کرتے کیونکہ یہ سائلین ہمارے محسن ہیں کہ ہمارا ذخیرہ آخرت میں بلا عوض پہنچا دیتے ہیں جیسے اگر سفر میں کوئی قلی تمہارا سامان اٹھا کر ریل میں رکھ آئے اور تم سے کچھ مزدوری بھی نہ مانگے تو اس سے خوش ہونا چاہیئے اور اسکا ممنون ہونا چاہیئے نہ کہ اور اس سے الٹے ناخوش ہو اگر سارے مساکین متفق ہو کر خیرات لینا چھوڑ دیں تو پھر کوئی اور سہل ذریعہ ہی نہیں جو آخرت میں آپ کے اموال پہنچ سکیں یہ سائل لوگ اٹھا اٹھا کر وہاں پہنچا دیتے ہیں اور اس پہنچانے کا کچھ نہیں لیتے اس لئے ان کا احسان ماننا چاہیئے اور تنگ نہیں ہونا چاہیئے (الافاضات ح ۷ فیوض الخالق ص ۳۸ حیرت ص ۵۶۹)

حضرت حاجی صاحب کی فراست

حدیث میں ہے کہ مؤمن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اللہ تعالی اسکے قلب پر وہ بات پہلے ہی اتار دیتے ہیں جس سے پھر بعد میں سابقہ پڑنے والا ہوتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے کہ یہ عالم الغیب ہو گئے ہیں دانا کہتے ہیں کہ عالم الغیب خاصہ خدا ہے اور یہ دولت جو بزرگوں کو ملی اسے فراست کہتے ہیں سلف میں سیدنا حضرت عثمان غنیؓ اسکا مظہر اتم تھے خلف میں اللہ تعالی نے حضرت حاجی صاحب کو فراست کی دولت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا

مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ ابھی ظہور میں نہ آیا تھا اور نہ اسکے دعوی نبوت کی کوئی آواز اٹھی تھی۔ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم مکہ معظمہ آئے تھے اور آپ کے ہاتھ پر تبرکا بیعت ہوئے اور ارادہ کیا کہ اب ہمیشہ کیلئے مکہ معظمہ ہی کو مستقر بنالیں حضرت حاجی صاحب نے آپ کو اس سے منع فرمایا اور واپس ہندوستان جانے کیلئے کہا۔ اسکی وجہ کیا تھی ؟ اسے پیر صاحب سے سنئے۔ حضرت حاجی صاحب نے ان سے

فرمایا

در ہندوستان عنقریب یک فتنہ ظہور کند شما در ہند خاموش نشستہ باشید تاہم آں فتنہ ترقی نہ کند و در ملک آرام ظاہر شود (ملفوظات طیبہ ص ۱۲۶)

ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ ظہور کرے گا تم ضرور اپنے وطن واپس جاؤ اگر تم وہاں صرف خاموش بھی بیٹھے رہو گے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا

خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس فتنہ کو فتنہ قادیانیت سے تعبیر فرماتے تھے۔ یہ حضرت حاجی صاحب کی فراست تھی۔ اللہ نے بعد میں ہونے والے حالات آپ پر پہلے کھول دیئے۔ اسے کشف بھی کہا جاتا ہے۔

کیرانہ کے ایک حافظ صاحب تھے حضرت حاجی صاحب قبلہ کے یہاں آئے اور دل میں یہ سوچنے لگے کہ معلوم نہیں کہ حافظ ضامن صاحب کا مرتبہ بڑا ہے یا حاجی صاحب کا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے ایسے امور میں پڑنا اور پھر آپ نے یہ پڑھا۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گمان بد خجل (وعظ۔ الغضب ص ۷)

اسکا یہ معنی ہر گز نہیں کہ بزرگوں کو غیب کی باتوں کا علم ہے۔ نہیں۔ یہ فراست ہے جسکی روشنی میں اللہ انہیں کچھ دکھا دیتا ہے اور ان پر غیب کے پردے کھول دیتا ہے۔ اور بعد میں آنے والے حالات کی خبر انہیں کچھ پہلے سے ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس آئے اور انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ منورہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں آپ نے فرمایا ینبوع کو جاؤ۔ دوسرا ایک اور آیا اور اس نے بھی مشورہ چاہا اس کو کہا سلطانی راستہ کو جاؤ۔ جس کو ینبوع کے راستے جانے کیلئے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی راستہ سے گیا اور حضرت کی بات پر عمل نہ کیا اسکو ویسے بھی تکلیف ہوئی اور بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا اور ان سے الگ تکلیف پہونچی اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا حضرت سے اسکی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اسکو اس راستہ کا مشورہ دیا اور اسکو دوسرے راستہ کا۔ اس میں کیا حکمت تھی

فرمایا کہ جب پہلا آیا تو میرے دل میں وہی آیا جو اسکو بتلا دیا اور جب دوسرا آیا میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اس کو مشورہ دیا (وعظ۔ ذم ہوی ص ۱۷)

حضرت حاجی صاحب کے ذکر کی کیفیت

اولیاء اللہ کی حقیقی غذا ذکر الہی ہے اس سے سکون دل نصیب ہوتا ہے اور اسکے بغیر انکی زندگی اجیرن رہتی ہے حضرت حاجی صاحب دن میں مخلوق خدا کی رہنمائی کی خدمت سرانجام دیتے تورات کی تنہائیوں میں ذکر الہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہوتا تھا حضرت حافظ ضامن شہید آپ کو قائم اللیل کہتے ہیں کبھی کبھی پوری پوری رات ذکر میں گذر جاتی تھی۔ آپ بڑے سوز و درد کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔ آپ کی ذکر کی کیفیت حضرت تھانویؒ سے سنئے۔

ہمارے مرشد حاجی صاحب قبلہ کی یہ حالت تھی کہ بسااوقات تمام شب گذر جاتی اور سوتے نہ تھے ذکر اللہ میں مشغول ہوتے بعد نماز عشاء خادم سے دریافت فرماتے کہ لوگ مسجد سے چلے گئے خادم جواب دیتا کہ جی ہاں آپ بستر سے اٹھتے اور ذکر اللہ میں تمام شب مشغول رہتے اور یہ حالت گریہ وزاری کی ہوتی تھی کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا اور آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن   گر بدم ہم سر من پیدا مکن

(اے اللہ اس بندہ کو بے آبرو نہ کرنا میں اگر برا بھی ہوں میرے راز پہ پردہ رکھنا)

میں نے حضرت مرشد سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں ایک سانس میں ڈیڑھ سو ضربیں لگا لیتا تھا (مقالات حکمت ص ۴۳)

حضرت حاجی صاحب کے اس عمل کے عینی شاہد حافظ عبد القادر صاحب نے حضرت تھانویؒ کو بتلایا کہ جب بھی آنکھ کھلی حضرت کو مسجد میں بیٹھے ہوئے ذکر میں مشغول ہی دیکھا اور کوئی دن ناغہ نہ جاتا تھا کہ روتے نہ ہوں اور بڑے درد کے ساتھ بار بار یہ شعر نہ پڑھتے ہوں (شعر اوپر نقل ہو چکا ہے)(الافاضات ج ۷ ص حیرت ص ۲۷۵)

حضرت حاجی صاحب کے سماع سننے کی کیفیت

صوفیہ کرام کے ہاں سماع کا ذکر اور اسکی بحث بہت ملتی ہے یاد رکھئے یہ وہ سماع نہیں جو آج ہم قوالی اور

عرسوں کی مجالس میں دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ان مجلسوں میں علانیہ خلاف شریعت امور انجام دیئے جاتے ہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا نہیں ہوتا۔ صوفیہ کرام ہمیشہ ان امور سے اجتناب کرتے ہیں جس سے شریعت کی خلاف ورزی ہو۔ حضرت حاجی صاحب صاحب دل بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے سماع سننے کی کیا کیفیت تھی اسے دیکھئے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ہمارے مرشد قبلہ حاجی صاحب جب تھانہ بھون میں قیام پذیر تھے کبھی کبھی اشعار نعتیہ سنتے بلا آلات۔۔ ایک شخص پختہ عمر کے صالح تھے انکو کبھی کبھی بلالیا کرتے تھے وہ یہ پڑھا کرتے تھے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اکثر ہمارے حضرت مرشد اور ذاکرین سب اپنے اپنے حجروں میں بیٹھ جاتے اور اندر ہی اندر کیفیت ہوتی اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حالت تھی سماع سننے کی۔ فی زمانا کس قدر غلو ہے (مقالات حکمت ص ۳۵)

حضرت حاجی صاحب کے کھانے کی کیفیت

حضرت حاجی صاحب کا معمول تھا کہ

جب ساتھ میں کھانے کیلئے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم۔ تو حضرات بزرگان کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شی لاوے تو ضرور کھانا چاہئے اس سے نور پیدا ہوتا ہے (امثال عبرت ص ۵۲)

حضرت تھانوی یہ بھی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کا معمول تھا کہ ایسی چیز (یعنی ہدیہ) میں سے ضرور کچھ تھوڑا بہت کھالیتے تھے حضرت کا رنگ عجیب تھا یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ حضرت لذائذ سے بچے ہوئے ہیں آپ کھاتے تھے اور بہت قلیل۔ یہ بڑی مشکل بات ہے کہ کھائے اور کم کھائے اس سے یہ آسان ہے کہ بالکل نہ کھائے مگر حضرت کا معمول تھا کہ کیسی ہی کوئی چیز آگئی مثلاً انگور وغیرہ بس ایک دانہ اٹھا کر نوش فرمالیا اور باقی کو تقسیم کرادیا (

الافاضات ح۱ ص ۲۴۰)

حضرت حاجی صاحب کے سونے کی کیفیت

پاؤں پھیلا کر سونا گناہ نہیں ہے تاہم اولیاء اللہ اسے بھی خلاف ادب سمجھتے ہیں انکی زندگی ان تعبداللہ کانك تراہ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے حضرت حاجی صاحب کے سونے کی کیفیت ایسی ہی تھی آپ کبھی پیر پھیلا کر نہ سوئے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کے ایک خاص خادم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جب لیٹتے پاؤں نہ پھیلاتے تھے اول اول تو میں سمجھا کہ شاید کوئی اتفاقی بات ہوگی مگر جب مدتوں تک اسی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ایسا قصداً کرتے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت اسکی کیا وجہ ہے کہ آپ پاؤں نہیں پھیلاتے فرمایا ارے باؤلے اپنے محبوب کے سامنے کوئی پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے (وعظ۔ خواص الخشیۃ ص ۱۳)

ہمارے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے کبھی پیر پھیلا کر آرام نہیں فرمایا اور ایک مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ محبوب کے سامنے پیر پھیلانا گستاخی ہے۔ (مقالات حکمت ص ۲۴۸)

حضرت حاجی صاحب کے مثنوی پڑھانے کی کیفیت

حضرت حاجی صاحب کو تصوف کی کتابوں میں مثنوی شریف سے حد درجہ محبت تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اشکالات باطنی مثنوی مولانا روم سے حل ہو جاتے ہیں (افاضات ح۱ ص ۲۱۷) آپ مثنوی کو ایک خاص انداز میں پڑھتے تھے اور پڑھاتے وقت آپ پر وجد کی سی کیفیت رہتی تھی۔ پڑھنے اور سننے والے دوران درس یہ محسوس کئے بغیر نہ رہتے کہ بات صرف قال تک نہیں ہے یہاں تو حال ہی حال ہے اور حقائق روز روشن کی طرح نظر آرہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حاجی مرتضیٰ خان صاحب لکھنوی کہتے تھے

ایک عالم جو اپنے شیخ سے مثنوی پڑھے ہوئے تھے حضرت حاجی صاحب کے یہاں آکر مثنوی شروع کی ایک روز میں نے پوچھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحب کی پڑھائی ہوئی اور اپنے شیخ کی پڑھائی میں کیا فرق دیکھا انہوں نے کہا تم کچھ پڑھے ہو کہا کچھ نہیں ایسا ہی تھوڑا پڑھا ہوا ہوں انہوں نے کہا کہ تم ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے ایک مکان نہایت شاندار ہے اور ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ اور ہر قسم کے فرنیچر سے بھرا ہوا ہے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی کو اس کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور اسکا تمام نقشہ ایسا بیان کر دیا کہ کوئی چیز نہ چھوڑی ہو اور ایک شخص وہ ہے جس نے زیادہ بیان تو نہیں کیا لیکن دروازہ سے اندر لے جا کر مکان میں کھڑا کر دیا اس طرح کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ حاجی صاحب کا پڑھانا تو ایسا ہی ہے کہ مجھے اندر لیجا کر کھڑا کر دیا اور میرے شیخ کا پڑھانا ایسا تھا جیسا کہ باہر سے پورا نقشہ بتا دیا (وعظ۔ الظہور ص حیرت ص ۵۲۲۔ ارواح ثلاثہ ص ۲۳۵)

حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی شریف میں اس قدر مہارت تھی کہ جو مقام چاہو نکال بیٹھ جاؤ حضرت اسکے متعلق تقریر شروع کر دیتے تھے ہم لوگ حالانکہ اہل علم کہلاتے ہیں مگر یہ بات حاصل نہیں حضرت کی تقریر مجمل ہوتی تھی زیادہ مفصل نہ ہوتی تھی (ملفوظات اشرفیہ ص ۱۳۳)

حضرت حاجی صاحب جب مثنوی کا درس دیتے تو اس سے اردو نہ جاننے والے حضرات بھی پورا حظ پاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک رومی شیخ آئے جنکا نام سعد آفندی تھا حضرت اس وقت مثنوی پڑھا رہے تھے اور تقریر اردو ہی میں فرمایا کرتے تھے مگر وہ محظوظ تھے ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے تو ان کو اور زیادہ حظ آتا حضرت نے فرمایا کہ اس حظ کیلئے اس زبان کی ضرورت نہیں اور یہ شعر پڑھا۔

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبان دیگر ست

بوئے آں دلبر چو پراں می شود — ایں زبانہا جملہ حیران می شود

(ترجمہ) اگرچہ عربی اچھی ہے مگر فارسی میں کہو عشق کی سو زبانیں ہیں جب محبوب کی خوشبو بکھرتی ہے یہ زبانیں سب حیران رہ جاتی ہیں۔ (وعظ تقلیل المنام ص ۱۰)

جب آپ درس مثنوی سے فارغ ہوتے تو دعا فرمانے کا بھی معمول تھا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کا معمول تھا کہ جب مثنوی کا درس ختم فرماتے تو یوں دعا کرتے تھے کہ اے اللہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اس میں ہمیں بھی حصہ دے آمین (ارواح ثلاثہ ص ۲۲۶)

سب کو حصہ ملنے کی روشن مثال

کبھی کبھی درس کی یہ مجلس ایک عجیب کیفیت سے دوچار ہو جاتی تھی حضرت بھی اپنے پورے جلال پر ہوتے تھے اور اس دن کی جانے والی دعا کی قبولیت کے آثار بہت واضح نظر آتے تھے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں مثنوی کا درس ہو رہا تھا اور جلسہ عجیب جوش و خروش سے پر تھا اس روز حضرت نے پکار کر یہ دعا فرمائی اے اللہ ہم لوگوں کو بھی ذرہ محبت عطا فرما۔ آمین پھر دعا کے بعد فرمایا الحمد للہ سب کو عطا ہو گیا (ارواح ثلاثہ ص ۲۲۶)

حضرت حاجی صاحب کا خط تحریر

حضرت حاجی صاحبؒ کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ آپ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے حضرت کا نستعلیق تو نہیں دیکھا مگر نسخ دیکھا ہے بہت ہی پاکیزہ خط تھا (الافاضات ح ۵ ص حیرت ص ۵۴۹)

حضرت حاجی صاحب کا حزب البحر پڑھنے کا معمول

حضرت حاجی صاحب کے اوراد و وظائف میں حزب البحر پڑھنا بھی شامل تھا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں
حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہاں عمل حزب البحر کا معمول تھا حالانکہ عملیات وغیرہ سے بہت مجتنب تھے اسکی وجہ خود فرماتے تھے کہ اس عمل میں فراخی رزق اور دفع شر اعداء کی خاصیت ہے اور یہی دو چیزیں تنگی رزق اور غلبہ اعداء قلب کو مشوش کر کے دل کو توجہ الی اللہ سے باز رکھتے ہیں سو اس نیت سے اسکا عمل دین سے ہے (مقالات حکمت ص ۱۵)

بعض غیر مقلد دوست حزب البحر پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں انکی یہ بات صحیح نہیں یہ عمل غیر مقلدوں کے

اکابر کے ہاں بھی موجود تھا اور وہ بھی اسے بطور وظیفہ کے پڑھتے رہے ہیں حضرت تھانوی فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک غیر مقلد جو کہ پیرزادہ بھی تھا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں آیا حضرت نے فرمایا حزب البحر تمہارے بزرگوں کا معمول ہے تم اسے کیوں نہیں پڑھتے انہوں نے کہا اس مین جو اشارات ہیں وہ بدعت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اشارات کو چھوڑ دو وہ (یعنی حزب البحر) تمہارے گھر کی چیز ہے برکت کی چیز ہے۔(ارواح ثلاثہ ص ۲۳۰)

غیر مقلدین کا بیعت کرنا

حضرت حاجی صاحب کے متوسلین میں صرف مذاہب اربعہ کے مقلدین ہی نہ تھے غیر مقلدین بھی آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے اور آپ سے بیعت کی درخواست کرتے تھے۔اور حضرت حاجی صاحب بھی انکے اخلاص اور عقیدت کی وجہ سے انہیں بیعت کر لیتے تھے۔حضرت تھانوی فرماتے ہیں

ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب نہایت رحیم کریم اور محقق حکیم تھے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی رہوں گا آپ نے غایت رحمت سے قبول فرمالیا اور اسکو بیعت سے مشرف کیا اور یہ فرمایا کہ تم اپنے ہی طریقہ پر رہو مگر آئندہ مسائل غیر مقلد سے نہ پوچھنا اسکی یہ حالت ہوئی کہ خود بخود عشاء تک رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ سب ترک کر دیا حضرت کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ بھائی میری وجہ سے سنت پر عمل کرنا ترک مت کرو میں فعل رسول اللہ ﷺ سے عمل کرنے کو منع نہیں کرتا جبکہ محبت کے باعث تم ایسا کرتے ہو البتہ اگر تمہاری تحقیق بدل جائے وہ اور بات ہے سبحان اللہ کیا تعلیم و تحقیق کی شان تھی کہ مشائخ میں اسکی نظیر نہیں۔(مقالات حکمت ص ۴۳)

اسی طرح ایک اور غیر مقلد شخص نے آپ کی بیعت کی اس بیعت کا اثر یہ ہوا کہ اس نے خود ہی آمین بالجہر ترک کر دی حضرت حاجی صاحب کو جب اسکا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا

اگر رائے ہی بدل گئی ہے تو خیر یہ بھی (یعنی آہستہ آمین کہنا بھی) سنت ہے ورنہ ترک سنت کا وبال میں اپنے ذمہ لینا نہیں چاہتا (ملفوظات اشرفیہ ص ۶۸۔خیر الافادات ملفوظ نمبر ۱۶۷)

یعنی اگر تم نے صرف میرے مرید ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہے اور آہستہ آمین کہنے کو تم سنت نہیں سمجھتے تو تم ایسا مت کرو اپنی رائے پر عمل کرو کیونکہ تم تو اسے سنت سمجھتے ہو۔ ہاں اگر اب تمہاری تحقیق بدل گئی ہے اور آہستہ آمین کہنے کو تم سنت سمجھتے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اس سے حضرت حاجی صاحب کی وسیع النظر فی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر وسعت سے کام لیتے تھے۔ اور محض کسی کی ارادت اور عقیدت کی وجہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب کا ایک غیر مقلد سے مناظرہ کرنا

صوفیہ کرام اور مشائخ کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ حضرات بحث و مباحثہ اور تقریر و مناظرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے مشائخ کی کمی نہیں جنہوں نے خانقاہی زندگی اپنانے کے باوجود اہل باطل کی تردید کو اپنا مطمح زندگی بنایا اور انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کا جھنڈا بلند کیا۔ مناظرہ ہو یا مباہلہ یہ مشائخ میدان میں آئے اور اہل باطل کو شکست سے دوچار کرتے رہے۔ ہاں خواہ مخواہ کی بحث و مجادلہ ان حضرات کو پسند نہیں اور وہ اسے دل کی سیاہی کہتے ہیں کہ فضول بحثوں سے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ رہی بات حق کی حمایت کی تو یہ لوگ اس میں کبھی پیچھے نہ رہے اور اعلاء کلمۃ الحق کیلئے ہر راہ عمل کو اپنایا اور اسکے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔

حضرت حاجی صاحب کی عادت بحث و مناظرہ کی نہ تھی مگر جب کوئی آپ سے الجھ پڑتا تو آپ اس سے مناظرہ فرماتے اور دلائل سے اسکے جوابات دیتے اور زیر بحث مسئلہ کی پوری وضاحت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک متشدد غیر مقلد عالم آپ سے الجھ پڑا۔ حضرت تھانوی سے یہ دلچسپ مناظرہ سنئے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کا ایک متشدد غیر مقلد سے مناظرہ ہوا وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا اور لاتشد الرحالؒ الا الی ثلثة مساجد سے استدلال کرتا تھا حضرت نے فرمایا کہ کیا زیارت ابوین (ماں باپ کی زیارت) طلب علم وغیرہ کیلئے سفر جائز نہیں؟ اس نے اسکا جواب نہیں دیا پھر وہ کہنے لگا کہ اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں

شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے (محبت کی رو سے تو ضروری ٹھہرا) خیال کیجئے سلمان علیہ السلام بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور آنحضرت ﷺ مسجد بنائیں تو وہ کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں چونکہ حضرت ﷺ کی شان عبودیت تھی اور شہرت ناپسند تھی اسلئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس نے کہا کہ مسجد نبوی کیلئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مسجد نبوی میں فضیلت آئی کہاں سے ہے ؟ وہ حضرت ﷺ کی وجہ سے ہے تو مسجد کیلئے جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جنکی وجہ سے اس میں فضیلت آئی انکی زیارت کیلئے جانا ناجائز ہو عجیب تماشا ہے وہ لاجواب ہو گئے۔۔۔ (آپ کی عقل بھی عجیب ہے کہ جس کی فضیلت بالذات ہے اسکا تو قصد نہ کرے اور جس کی فضیلت بالعرض ہے (کیونکہ مسجد نبوی کو فضیلت آپ کی ذات اقدس ہی کی بدولت ملی ہے) اسکا قصد کرے۔

اسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے وقت معنی کا خیال کر کے پڑھا کرو اور ہدایت کی دعا مانگا کرو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس بارہ میں دعا کی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا دعا کرنے میں کیا حرج ہے ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اگر حق پر نہ ہوں تو خدا ہدایت کرے ۔۔ اسکے بعد قریب ہی مغرب کی نماز میں وہ غیر مقلد کس وجہ سے گرفتار کر لیا گیا پھر اس نے کہا کہ میں تو مدینہ منورہ جاؤں گا اسی وقت وہ چھوڑا گیا اور مدینہ چلا گیا۔ (مقالات حکمت ص ۳۸۸۔ الافاضات ج ۴ ص ۲۷۳)

آنحضرت ﷺ کی زیارت کی نیت سے جانا طریق محبت کی رو سے ضروری ہے اور یہ بات کوئی نئی نہیں شروع سے اکابر کا یہ ہی معمول رہا ہے اور اسلاف نے ہمیشہ اسی ارادے سے جانے کی ترغیب فرمائی ہے

آنحضرت ﷺ کی نسبت سے ایک شوق نظارہ

آنحضرت ﷺ جب شروع میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو آپ کھجور کے ایک تنہ کا سہارا لیتے تھے جب آپ کیلئے منبر بنایا گیا اور آپ نے اس پر خطبہ دیا تو کھجور کے اس تنہ سے رونے کی آواز آئی اور اسے عام حاضرین نے سنا اس وقت تک یہ آواز بند نہ ہوئی جب تک آنحضرت ﷺ اسکے پاس نہ آئے اور آپ نے اس پر ہاتھ نہ رکھدیا۔ حضرت حسن بصری جب یہ روایت بیان کرتے تھے تو آپ رو پڑتے تھے اور فرماتے تھے

يا عباد الله الخشبة تحن الى رسول الله شوقا اليه لمكانه من الله وانتم احق ان تشتاقوا الى لقائه (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۱۷۷)

(ترجمہ) اے بندگان خدا ایک لکڑی حضورؐ کے شوق لقاء میں فریاد کر رہی ہے اور تم پر زیادہ حق ہے کہ تم آپ کی زیارت کے شوق میں رہو

حضرت حسن بصری صحابی نہیں ہیں آپ کا یہ بیان اس وقت کا ہے جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اب حضور ﷺ کی ملاقات کا شوق اور اسکی خواہش کا سوائے اسکے اور کیا طریقہ ہے کہ اس شوق میں مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کے ملاقات کا یہ شوق اور آپ کی محبت کا یہ ذوق کسی پہلو سے بھی خلاف شریعت ہوتا تو حضرت حسن بصری کبھی یہ بات نہ کہتے۔ آپ کا حدیث کو بیان کرنے کے بعد یہ نصیحت کرنا بتلاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کی نیت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہے جو تمہیں مدینہ منورہ لائے اور یہ مطلوب بھی ہے

آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت بلال حبشیؓ نے مدینہ منورہ سے دمشق کی طرف ہجرت کرلی اور اسے اپنا مستقر بنالیا۔ ایک مرتبہ خواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

بلال یہ خشک زندگی کب تک ؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو ؟ (سیر الصحابہ ج ۲ ص ۲۱۲ بحوالہ اسد الغابہ ج ا ص ۲۰۸)

حضرت بلالؓ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے آقا کو سلام پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب حضور ﷺ کی زیارت کا شوق آپ کی قبر مبارک کی زیارت ہے۔

حضرت بلال حبشی نے جس وقت یہ خواب دیکھا حضور دنیا سے رحلت فرما چکے تھے لیکن آپ کا خواب میں یہ کہنا کہ میری زیارت کیلئے نہیں آتے واضح کرتا ہے کہ مدینہ منورہ جانے والے کو حضور کی زیارت کی نیت اور اسی کا شوق لے کر جانا چاہیے کہ یہی صحابی رسول کا طریقہ اور جلیل المرتبت تابعی کی تعلیم ہے۔ اسی میں برکت بھی ہے اور محبت وعقیدت کا ثبوت بھی۔

جنات کا معتقد ہونا

جو حضرات اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ تعالی کی ہر مخلوق اسکی عزت کرتی ہے اور جو لوگ خدا

سے دور ہوتے ہیں خدا کی ہر مخلوق کا رعب اور اسکی ہیبت اپنے دلوں میں اتار لیتے ہیں اور ہر کمزور چیز ان کو ڈراتی ہے۔ اللہ والے ہمیشہ اطاعت الٰہی میں سرشار ہوتے ہیں تو خدا کی مخلوق بھی انکی عقیدت میں اپنے سر جھکا دیتی ہے۔ حضرت تھانویؒ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت حاجی صاحب کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے۔ رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی کوئی اندر نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا؟ حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ گھر متروک ہو گیا یعنی میں جن ہوں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو۔ توبہ کرو۔ حضرت نے اسکو توبہ کرائی پھر فرمایا دیکھو سامنے حافظ صاحب (حافظ ضامن شہیدؒ) تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملو اس نے کہا نہ حضرت۔ ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے (وعظ۔ ذکر الموت ص ۱۹)

پھر اس نے عہد کیا کہ اب میں تکلیف نہ دوں گا اسکے بعد وہ جن اس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہو گیا (وعظ۔ استخفاف المعاصی ص ۱۲)

حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں

یہ اثر جن پر حضرت کی طاعت ہی کا تھا۔ صاحبو اللہ کی فرمانبرداری وہ شئی ہے کہ جن وانس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ (امثال عبرت ص ۱۳۹)

حضرت حاجی صاحب کے خلفاء کرام

حضرت حاجی صاحبؒ کے مقام باطن اور آپ کی روحانیت کس اونچے درجے کی ہے اسکا اندازہ اس سے

لگایئے کہ آپ اپنے وقت میں صوفیہ کرام اور علماء عظام کے امام اور شیخ سمجھے گئے ہیں۔ حضرت حاجیؒ صاحب کے خلفاء کی تعداد ۵۰ کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مولانا احمد حسن امروہیؒ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسی مقتدر ہستیاں ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کے خلفاء دو قسم کے تھے ایک وہ حضرات تھے جنہیں خود حضرت حاجی صاحب نے اپنی خلافت سے سر فراز فرمایا اور ایک وہ ہیں جنہوں نے دوسروں کو نصیحت و تلقین کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اسکی اجازت دی۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میرے خلفاء و مجاز دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ میں نے بلا درخواست ان خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی در حقیقت خلفاء ہیں اور ایک وہ ہیں کہ میں نے خود درخواست کی کہ حضرت میں بھی اللہ کا نام بتلایا دیا کروں حضرت نے بوجہ کمال کرم اجازت دے دی اور یہ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کا نام بتانے کو کیوں منع کروں اور بعض کی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ اس درجے کے نہیں ہیں (مقالات حکمت ص ۶۹)

حضرت حاجی کی زندگی کا سرمایہ

حضرت حاجی صاحب کے خلفاء کرام میں حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ایک خصوصی مقام حاصل ہوا ہے حضرت حاجی صاحب کو اپنے ان دونوں مریدوں سے صرف محبت ہی نہیں تھی عقیدت بھی تھی اور آپ ان کا اس طرح ادب واحترام فرماتے تھے جیسے کسی شیخ کا کیا جاتا ہے۔ آپ کا ان دونوں بزرگوں کے بارے میں کیا عقیدہ تھا اور آپ انہیں کس عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے اسے آپ کے اس اس تاریخی الفاظ میں پڑھیے۔ حضرت تھانوی نقل کرتے ہیں

حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ حق تعالی اگر پوچھیں کہ امداد اللہ کیا لائے ہو تو میں کہدوں گا کہ

مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا قاسم کو لایا ہوں (القول العزیز ص ۱۹)

حضرت مولانا نانوتویؒ آپ سے بیس سال قبل (۱۲۹۷ھ) وفات پاچکے تھے حضرت حاجی صاحب پر اسکا گہرا اثر تھا اور حضرت گنگوہی نے آپ کے چھ سال بعد (۱۳۲۳ھ میں) انتقال فرمایا۔ حضرت گنگوہی نے یہ چھ سال بڑے صبر وضبط کے ساتھ گذارے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی نظر میں ان دونوں بزرگوں کا کیا مقام تھا اور یہ دونوں اپنے مرشد کامل کو کس محبت اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ہم اسے اگلے صفحات میں کچھ تفصیل سے بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے خلفاء میں ان دونوں بزرگوں کا مقام بہت آگے کا تھا اور حضرتؒ کے دل میں انکی بڑی عظمت اور قدر تھی

حضرت حاجی صاحب کی کرامات

اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے کے ہاتھوں کوئی ایسا فعل دکھادیں جو خارق عادت ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں یہ اس مقبول بندے کی مقبولیت کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کبھی دکھادی جاتی ہے۔ تاہم یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ کرامت بزرگی کا لازمہ ہرگز نہیں ہے اور یہ بندے کے اختیار میں بھی نہیں۔ سب سے بڑی کرامت اتباع سنت ہے یہ دولت جس کے نصیب ہوتی ہے وہ بندہ سب سے زیادہ باکرامت ہوتا ہے گو اس سے ایک بھی حسی کرامت ظاہر نہ ہوئی ہو۔ حضرت حاجی صاحب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے اور اتباع سنت پر بہت زیادہ حریص تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی حسی کرامات سے بھی نوازا تھا۔ آیئے آپ کے ہاتھوں ظاہر ہونے والی چند کرامات بھی دیکھیں

(۱) ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں بہت سے مہمان آگئے کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ کھانے پر ڈھانک دو انشاء اللہ برکت ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب مہمانوں نے کھالیا اور کھانا بچ رہا حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کو خبر ہوئی تو حضرت سے آکر عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہئیے اب تو قحط کیوں پڑے گا حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا واقعی خطا ہو گئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہو گا (وعظ۔ الغضب ص ۵ وعظ۔ التحصیل والتسہیل ص ۴۰)

(۲) ایک بدوی نقاع نام کا حضرت کے محبین میں سے تھا لڑائی میں اسکی ران میں گولی لگ گئی رات کو اس نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور ان سے گولی نکال دی صبح کو دیکھا تو واقعی گولی نکلی ہوئی تھی حضرت سے اس نے سارا قصہ حاضر ہو کر کہا حضرت نے فرمایا میں نہ تھا اور قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو اطلاع بھی نہیں ہے (ایضاص ٦)

حکیم الامت حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں

حقیقت میں اس قسم کے تصرفات کمال عبدیت کے ضرور من وجہ خلاف ہیں اسلئے کہ تصرف میں توجہ الی الغیر کرنا ہوتا ہے اور نیز من وجہ اپنے اوپر بھی نظر ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالی کسی کی ہاتھ پر کوئی کرامت بلا اسکے اختیار اور توجہ کے پیدا فرماویں لیکن یہ حضرات پھر بھی اسکو مقصود نہیں جانتے بلکہ کرامت میں تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ من لہ الکرامت (جس کیلئے وہ کرامت ظاہر کی گئی) کو اطلاع ہو (ایضاص ٦)

(۳) ایک شخص نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرط پیش کیں ایک تو یہ کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا دوسرے یہ کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا حضرت نے دونوں شرائط کے ساتھ بیعت میں قبول فرمالیا مگر حضرت کو خدا تعالی کی ذات پر ایسا بھروسہ تھا کہ کوئی کیسا ہی آیا اسکو لے لیا۔ اب برکت سنئے

بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا اس شخص کے بدن میں خارش شروع ہوئی اور ایسی ہوئی کہ پریشان ہو گیا اور اتفاق سے جو اعضاء وضو میں دھلتے ہیں ان میں زیادہ خارش تھی اس شخص نے وہ اعضاء پانی سے دھوئے صرف مسح رہ گیا پھر خیال آیا کہ اور اعضاء تو دھل گئے صرف مسح رہ گیا لاؤ مسح بھی کرلیں وضو ہی ہو جائے گا چنانچہ مسح کر لیا جس سے نصف خارش جاتی رہی پھر خیال آیا کہ وضو تو ہو ہی گیا لاؤ نماز بھی پڑھ لیں بس نماز کی نیت باندھنا تھی کہ دفعتاً تمام خارش بند ہو گئی اس نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت آیا پھر وہی خارش۔ پھر وضو کر کے نماز شروع کی خارش بند۔ اب یہی سلسلہ جاری ہو گیا وہ شخص اب سمجھا اور کہنے لگا واہ حضرت نے یہ تو مجھ پر ایسا سپاہی مسلط کیا غرض پکا نمازی ہو گیا۔

پھر نیت یہ تھی کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا رہا نماز کا معاملہ تو نماز کے وقت ناچ سے اٹھ جایا کروں گا چنانچہ اول مع موقع پر ناچ میں جانے کا ارادہ کیا تو دل میں خیال آیا کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ناچ دیکھ کر پھر یہی

منہ لے کر مسجد میں جاؤں بڑی بے غیرتی کی بات ہے پس ناچ بھی چھوٹ گیا یہ حضرت کی برکت تھی (الافاضات ج ۶ ص الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۳۹)

(۴) ایک شخص کو حضرت حاجی صاحب سے غائبانہ طور پر محبت وعقیدت تھی جب وہ حج کیلئے جانے لگا تو اس نے حضرت حاجی صاحب کیلئے اون کی ایک کملی بنوائی تا کہ ملاقات کے وقت آپ کو تحفہ کے طور پر پیش کریں انکا کہنا ہے کہ

جب میں حج کیلئے گیا تو اس کملی کو اپنے ساتھ لے گیا ایک جگہ ہمارا جہاز طغیانی میں آگیا اور جہاز میں ایک شور مچ گیا میں چھتری پر تھا وہاں سے اتر کر تختی کی جالیوں سے کمر لگا کر اور منہ لپیٹ کر ڈوبنے کیلئے بیٹھ گیا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اب کچھ دیر میں جہاز ڈوبنے والا ہے اسی اثناء میں مجھ پر غفلت طاری ہوئی میں نہیں سمجھتا کہ وہ نیند تھی یا غم کی بد حواسی۔ اسی غفلت میں مجھ سے ایک شخص نے کہا فلانے اٹھو پریشان مت ہو ہوا موافق ہو گئی ہے کچھ دیر میں جہاز طغیانی سے نکل جاوے گا اور میرا نام امداد اللہ ہے مجھے میری کملی دو میں نے گھبرا کر کملی دینی چاہی اس گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی اور میں نے لوگوں سے کہدیا کہ تم مطمئن ہو جاؤ جہاز ڈوبے گا نہیں کیونکہ مجھ سے حاجی صاحب نے خواب میں بیان فرمایا ہے کہ جہاز ڈوبے گا نہیں۔ اسکے بعد میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں کوئی حاجی امداد اللہ صاحب کو جانتا ہے مگر کسی نے اقرار نہیں کیا آخر جہاز طغیانی سے نکل گیا اور ہم مکہ پہنچ گئے میں نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی مجھے حاجی صاحب کو نہ بتلائے میں خود انکو پہچان لوں گا جب میں طواف قدوم کر رہا تھا تو میں نے طواف کرتے ہوئے حاجی صاحب کو مالکی مصلی کے قریب دیکھا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ انکی شکل اور لباس وہی تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا صرف فرق اتنا تھا کہ جب میں نے جہاز میں دیکھا تھا تو اس وقت آپ لنگی پہنے ہوئے تھے اور اس وقت پاجامہ۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اتنا فرق کیوں تھا۔۔۔۔ میں طواف سے فارغ ہو کر حاجی صاحب سے ملا اور کملی پیش کی اور جہاز کا قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو خبر بھی نہیں۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۱۰)

حکیم الامت حضرت تھانوی اس پر فرماتے ہیں

اللہ تعالی بعض وقت اپنے کسی بندے کی صورت سے کام لیتے ہیں۔ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ کوئی غیبی

لطیفہ ہوتا ہے جو کسی مانوس شکل میں متمثل ہوتا ہے اور کبھی خبر بھی ہوتی ہے مگر اسکی کوئی یقینی پہچان نہیں زیادہ مدار اس بزرگ کے قول پر ہے وہ بھی جب کسی مصلحت سے اخفانہ کریں (ایضا)

یہ حضرت حاجی صاحب کی کرامت تھی۔ جو اللہ تعالی نے اس رنگ میں ظاہر کردی۔

(۵) حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم حافظ عبدالقادر مرحوم کہتے ہیں

جب حضرت مولانا شیخ محمد صاحب حج کو تشریف لے گئے تو انکا جہاز تباہی میں آگیا اور کافی وقت تک گردش طوفان میں رہا اور محافظان جہاز نے بہت تدبیریں کیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی آخر کار ناخدا نے پکار کر کہا کہ لوگو اب اللہ تعالی سے دعا مانگو اور یہ وقت دعا ہے تو شیخ محمد فرماتے ہیں کہ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا اور ایک حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشہ کو حاجی صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا اور جہاز چلنے لگا تب تمام لوگ بہت خوش ہوئے اور جہاز کی سلامتی کا چرچا ہوا جب تھانہ بھون واپس ہوئی تو اس تحریر کو دیکھا اور دریافت کیا تو ایک خادم نے جو حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھے بیان کیا کہ واقعی فلاں وقت حاجی صاحب حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنی بھیگی ہوئی لنگی مجھ کو دی اور فرمایا کہ اسکو دھو کر صاف کرلو تو اس لنگی میں سے دریائے شور کی بو اور چکاہٹ معلوم ہوئی (الافاضات ح ۷ ص حیرت ص ۵۷۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ جب میں نے یہ حکایت بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ ایسا واقعہ تو خلاف عقل ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ کی عقل کے خلاف ہے یا ہماری عقل کے۔ اگر ہماری عقل مراد ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ ہماری عقل تو اسکے موافق ہے اور اگر تمہاری عقل مراد ہے تو اسکے حجت ہونے کی کیا دلیل ؟ لہذا جو عقلیات کے امام سمجھے جاتے ہیں یعنی حکماء۔ میں انکے اقوال سے ثابت کروں گا کہ یہ واقعہ بالکل موافق عقل ہے۔ اور اسکی تقریر یہ ہے کہ

فلاسفہ نے بلا اختلاف دعوی کیا ہے کہ دو مستقیم حرکتوں کے درمیان سکون ضروری ہے تو اس بناء پر ایک رائی کا دانہ نیچے سے اوپر کو چلا اور اسکے محاذ میں ایک پہاڑ کا ٹکڑا اوپر سے گرا تو اس رائی کے دانہ کو پہاڑ سے

ٹکراتے وقت دوسری حرکت ہوگی یعنی اوپر سے نیچے کو تو چونکہ رائی کے دانہ کی یہ دونوں حرکتیں مستقیم ہیں اسلئے انکے درمیان سکون لازمی ہے یعنی انکے نزدیک جب رائی کا دانہ پہاڑ سے ملاقی ہوا تو رجعت قہقہری کرے گا تو اس لوٹنے سے قبل اس دانہ کو لطیف سکون حاصل ہوگا

جب رائی کے دانہ کو سکون ہوا تو ظاہر ہے کہ اس سکون کی مدت تک پہاڑ کی حرکت کو موقوف ماننا پڑے گا اور چونکہ رائی کا دانہ نیچے ہے اور پہاڑ اسکے اوپر اس لئے اس سے صاف لازم آئے گا کہ اسکے معنی یہ ہوئے کہ رائی کے دانہ نے اتنے بڑے پہاڑ کو اٹھالیا گو وہ اٹھانے کی مدت اتنی قلیل ہو کہ محسوس نہ ہو سکے۔ تو جب رائی کے دانہ نے ایک پہاڑ کے بوجھ کو اٹھالیا حالانکہ رائی کے دانہ کو پہاڑ سے وہ نسبت بھی نہیں جو حضرت حاجی صاحب کے جسم مبارک کو جہاز سے ہے تو اگر حضرت حاجی صاحب نے جہاز کو اٹھالیا تو کونسا محال لازم آیا۔ (ایضا)

(٦) حضرت مولانا احمد حسن صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ حضرت میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک ایسا راستہ ہے کہ اگر انسان ظہر کی نماز پڑھ کر چلے تو مدینہ منورہ میں عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز مکہ معظمہ میں واپس آکر پڑھ سکتا ہے حضرت نے فرمایا مجھے تو معلوم نہیں چونکہ میں بہت بے تکلف تھا عرض کیا کہ جب آپ کو یہ معلوم نہیں تو یہاں مکہ معظمہ میں رہنے کی کیا ضرورت تھی یہ کہہ کر چلا آیا

چند روز کے بعد حضرت حاجی صاحب نے مجھے فرمایا کہ آؤ ذرا سیر کریں میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر باہر چلے ایک پہاڑ پر چڑھے اور اس سے اترتے ہی معا مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں نماز پڑھ کر تیسری نماز مکہ معظمہ میں لوٹ کر پڑھی میں نے اپنے جی میں خیال خام کیا کہ اب تو راستہ معلوم ہی ہو گیا ہے ہمیشہ جایا کریں گے حاجی صاحب کی کیا ضرورت ہے جب موافق اپنے خیال کے اس راستے سے جانا چاہا تو اس پہاڑ پر چڑھا ہی نہ جاسکا۔ (کرامات امدادیہ)

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان کافی فاصلہ ہے آج کے دور میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ نماز عشاء مکہ میں پڑھے اور نماز فجر مدینہ میں اور پھر نماز ظہر مکہ میں۔ لیکن چند گھنٹوں میں مکہ سے مدینہ جانا اور پھر مدینہ سے مکہ واپس آنا جبکہ سواری بھی کوئی نہ ہو یہ کرامت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقبول بندوں کے حق میں

دکھاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کیلئے طی الارض ہوتا ہے (زمین لپیٹ دی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ انکے لئے راستہ بہت ہی مختصر کر دیتے ہیں۔

معراج کی رات آنحضرت ﷺ کیلئے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمین لپیٹ دی گئی اور آپ ایک نہایت مختصر وقت میں بیت المقدس پہنچ گئے۔

جن بزرگوں کیلئے طی الارض ہوا ہے اس میں حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) بھی ہیں۔

امام سیوطی کے خادم محمد بن علی الحباک بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایک دن مصر کی مسجد قرافہ میں آپ نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز مکہ میں پڑھنا چاہتے ہیں اس شرط پر کہ جب تک میری وفات نہ ہو تم اس کرامت کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرو گے انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ پھر آپ نے انکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آنکھیں بند کرو تو میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر تقریباً ستائیس قدم اٹھائے ہونگے کہ آپ نے فرمایا اپنی آنکھیں کھول دو جب میں نے آنکھیں کھول دیں تو ہم باب معلاۃ پر پہنچ چکے تھے پھر ہم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت فضیل بن عیاض حضرت سفیان بن عیینہ وغیرہم کی قبور کی زیارت کی حرم میں داخل ہوئے طواف کیا زمزم پیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہم نے عصر کی نماز پڑھی اور زمزم کا پانی پیا اسکے بعد آپ نے اپنے خادم سے فرمایا اے فلاں ہمارے لئے زمین کا سمٹ جانا اتنا عجیب نہیں ہے جتنا یہ کہ مصر کا رہنے والا بیت اللہ کا مجاور ہمیں نہیں پہچانتا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر چاہو تو میرے ساتھ چلو اگر چاہو تو یہیں رہ جاؤ حتیٰ کہ حجاج آجائیں پھر تم انکے ساتھ واپس آجانا چنانچہ ہم باب معلاۃ کی طرف چلے اور مجھے فرمایا اپنی آنکھیں بند کر لو پھر آپ نے چند قدم اٹھائے پھر فرمایا اپنی آنکھیں کھول دو جب میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے الخ (جامع کرامات اولیاء ج ۲ ص ۱۵۷ للشیخ العلامۃ یوسف بن اسمٰعیل النبھانی ماخوذ از ترجمہ لقط الجان فی احکام الجان للامام السیوطیؒ)

مختصر وقت میں اتنا طویل فاصلہ طے کرنا کرامۃ ہی ہو سکتا ہے اور بزرگوں کی یہ کرامت اہل سنت کے ہاں تسلیم کی گئی ہے فقہاء کرام نے اس پر بہت سے مسائل کی بنیاد رکھی ہے اور ثبوت نسب کے سلسلے میں اسے قابل قبول اور لائق اعتماد مانا ہے حضرت علامہ شامی بھی اسے تسلیم کرتے ہیں (دیکھئے۔ رد المحتار ج ۳ ص ۴۲۵) حکیم الامت حضرت تھانوی آنحضرت ﷺ کی دعا اللھم ازو لنا الارض (اے اللہ تو

ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے) پر لکھتے ہیں

بہت حکایات میں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قصیر میں مسافت طویل قطع کرلی بعض متقشفین اسکو مستبعد سمجھ کر انکار کر بیٹھتے ہیں مگر صوفیہ اور علماء محققین اسکو ممکن اور واقع کہتے ہیں اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ طی الارض کے مراتب مختلف ہیں اور اس حدیث میں اسے کسی مرتبہ کے ساتھ محدود و مقید نہیں کیا گیا نہ اور کوئی دلیل تقیید و تحدید کی ہے پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی الارض ممکن رہے گا (التکشف ص ۳۱۴)

(۷) جس وقت تحریک آزادی کے مجاہدوں اور انکے کارکنوں کی گرفتاریاں ہو رہی تھیں حضرت حاجی صاحبؒ کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے تھے آپ اس وقت پنجلاسہ میں راؤ عبداللہ خان رئیس کے ہاں پہونچے تھے اور انکے اصطبل کی ویران اور تاریک کوٹھری میں مقیم تھے ایک دن آپ اسی کوٹھری میں وضو کر کے نفل نماز کی تیاری کر رہے تھے ادھر کسی نے ضلع انبالہ کے کلکٹر کو اطلاع کردی کہ حاجی صاحب راؤ صاحب کے ہاں چھپے ہوئے ہیں۔ کلکٹر بذات خود اصطبل پر آگیا راؤ صاحب نے جب اسے دیکھا تو بہت پریشان ہو گئے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں

افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کردیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپالیا جہاندیدہ و تجربہ کار راؤ دور ہی سے تاڑ گئے تھے کہ ایں گل دیگر شگفت۔ مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ اپنی جان یا عزت کے جانے۔ ریاست و زمینداری کے ملیامٹ ہونے اور ہتھکڑیوں کے پڑ جانے پر جیل خانہ پہونچنے یا پھانسی کے تختہ پر چڑھ کر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پروانہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن وافسوس تھا تو یہ تھا کہ ہائے غلام کے گھر سے آقا گرفتار ہوا اور عبداللہ خان کی نظر کے سامنے اسکا جان سے زیادہ عزیز شیخ پابزنجیر ہو۔ مگر اسکے ساتھ ہی راؤ صاحب مستقل مزاج جوانمرد اور نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دبالیا اور چہرہ اور اعضا پر کوئی بھی اثر واضطراب محسوس نہ ہونے دیا مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھادیا۔ افسر گھوڑے سے اترا اور کہہ کر کہ میں نے آپ کے یہاں کی ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اسلئے بلا اطلاع یکایک آنے کا اتفاق ہوا اصطبل کی جانب قدم اٹھائے۔ راؤ صاحب بھی اسکے ہمراہ ہو لئے اور نہایت اطمینان سے گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کردی

یہاں تک کہ حاکم اس حجرے کی جانب بڑھا جس میں حضرتؒ کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہہ کر کہ کیا اس کوٹھری مین گھاس بھری جاتی ہے اسکے پٹ کھول دیئے راؤ صاحب کی اس وقت جو حالت ہوئی ہو گی وہ انہیں کے دل سے پوچھنا چاہئیے۔ خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھری کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مصلی ضرور بچھا ہوا ہے لوٹا رکھا ہوا ہے اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا پڑا تھا مگر حضرتؒ کا پتہ بھی نہ تھا افسر متحیر و حیران اور راؤ صاحب دل ہی دل میں شیخ کی کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے اور نہ استفسار کبھی ادھر دیکھتا ہے اور کبھی ادھر۔ کہنے لگا خان صاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے راؤ صاحب بولے جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھوتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے کچھ دیر پہلے اسکی تیاری تھی افسر ہنس کر کہنے لگا کہ آپ لوگوں کی نماز کی جگہ مسجد ہے یا اصطبل راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا جناب فرض نماز کیلئے مسجد ہے اور نفل نماز ایسی ہی جگہ چھپی پڑھی جاتی ہے جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ افسر لاجواب ہو گیا اور پٹ بند کر دیئے اور چلا گیا (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۹ ملخصا)

(۷) ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک شخص آ کر بیٹھے اور حضرت کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر نسبت دریافت کرنے لگے حضرت کو اطلاع ہو گئی تو فرمایا کہ نص قطعی ہے لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم (ترجمہ۔ اپنے گھروں کے سوا اور کسی گھر میں داخل نہ ہونا) اور قلبی حالات اس سے اہم ہیں ان پر اطلاع حاصل کرنا کہاں جائز ہو گا پھر فرمانے لگے کہ جو چھپانے والے ہیں وہ کسی کو پتہ ہی نہیں لگنے دیتے۔ وہ حضرت کے پیروں پر گر پڑے اور معافی چاہی۔ ہمارے حضرات کے یہاں کشف و کرامات کی کوئی وقعت نہیں (مقالات حکمت ص ۳۶۵)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس پر فرماتے ہیں

کشف قلوب کی دو قسمیں ہیں ایک بالقصد جس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر اسکے خطرات پر اطلاع حاصل کی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں تجسس میں داخل ہے کیونکہ تجسس اسے کہتے ہیں کہ جو باتیں کوئی چھپانا چاہتا ہو اسکو دریافت کرنے کے پیچھے پڑنا دوسری صورت یہ ہے کہ بلا قصد کسی کے مافی الضمیر کا انکشاف ہو جانا اور یہ کرامت ہے (ایضا)

ہم نے یہاں حضرت حاجی صاحبؒ کی چند کرامات نقل کیں ہیں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں حضرت حاجی صاحب کتنے اونچے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ اسکے باوجود آپ پر ہمیشہ شان عبدیت ہی غالب رہی اور آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز نہیں جانا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

حضرت پر شان عبدیت کا غلبہ رہتا تھا مطلب یہ کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے (کمالات اشرفیہ ص ۲۷۹) آپ کی یہ صفت بھی آپ کے ولی کامل اور عبد مقبول ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

حضرت حاجی صاحب کی رحلت

حضرت حاجی صاحب جسمانی طور پر کمزور تھے اس پر ریاضات و مجاہدات اور پھر تقلیل طعام و منام نے اور بھی جسمانی اعتبار سے کمزور کر دیا تھا آخر عمر میں مرض اسہال میں مبتلا ہوئے بالآخر ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلی میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے آپ کی وفات پر یہ مادہ تاریخ نکالی ہے **حیَ دخل الجنة** (یعنی ۱۳۱۷ھ) آپ نے ۸۴ سال تین ماہ بیس دن کی عمر پائی تھی۔ رحمہ اللہ تعالی

حضرت حاجی صاحب کی کرامت بعد از وفات

حضرت حاجی صاحب کو ذکر اللہ سے بہت لگاؤ تھا اور بڑے سوز کے ساتھ ذکر الہی کرتے تھے آپ نے انتقال کے وقت اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ آپ کے جنازے کے ساتھ ذکر ہوتا رہے۔ حضرت تھانوی اس واقعہ کی تفصیل اس طرح فرماتے ہیں

ہمارے حضرت حاجی صاحب قبلہ نے انتقال کے وقت مولوی اسماعیل سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ

میرے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے (یعنی ذکر بالجہر ہوتا چلے) انہوں نے کہا کہ حضرت یہ تو نامناسب معلوم ہوتا ہے ایک نئی بات ہے جس کو فقہاء نے اس خیال سے کہ عوام اسے سنت نہ سمجھ لیں پسند نہیں کیا۔ فرمایا بہت اچھا جو مرضی ہو۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی اور کسی کو اسکی خبر بھی نہ ہوئی کیونکہ خلوت میں گفتگو ہوئی تھی مگر جب جنازہ اٹھا تو ایک عرب کی زبان سے نکلا مالکم ساکتین اذکروا الله (یعنی خاموش کیوں ہو ذکر اللہ کرو) بس پھر کیا تھا بے ساختہ لوگ ذکر کرنے لگے اور لاالہ الااللہ کی صدائیں برابر قبرستان تک بلند رہیں۔ بعد میں مولوی اسماعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے تھے کہ ہم نے حضرت کو تو منوادیا (یعنی اس بات کی وصیت سے روک دیا تھا) مگر اللہ تعالی کو کیوں کر منوائیں اللہ تعالی نے حضرت کی تمنا پوری کر دی سچ ہے۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں میدہد یزداں مراد متقین

اللہ تعالی متقین کی مراد پوری کرتا ہے انہیں اللہ کا نام سننے سے زندگی مین بھی لذت آتی ہے اور مرنے کے بعد بھی اور موت کے بعد غفلت کا کوئی سبب نہیں تو پھر غافل کیونکر ہو سکتے ہیں (وعظ الامتحان ص ۲۶ وعظ خیر الممات ص ۶۰ وعظ فضائل العلم ص ۵۹)

حضرت حاجی صاحب کے انتقال کا بزرگوں پر گہرا اثر

حضرت حاجی صاحب شیخ المشائخ تھے آپ کے فیوض پورے عالم میں جاری تھے آپ کی رحلت سے عالم اسلام کے مسلمان اپنے ایک مشفق مرشد اور شیخ کامل سے محروم ہو گئے تھے۔ حرمین کے علماء اور مشائخ آپ کی رحلت پر افسردہ تھے جہاں جہاں آپ کی رحلت کی خبر پہنچی لوگ غمزدہ ہو جاتے۔ ادھر ہندوستان میں جب آپ کی رحلت کی اطلاع آئی تو کیا علماء اور کیا مشائخ سب ہی پر اسکا گہرا اثر ہوا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ آپ کے بہت قریب تھے اور حضرت گنگوہی کو بھی آپ سے حد درجہ محبت و عقیدت تھی سب سے زیادہ صدمہ حضرت گنگوہیؒ کو ہوا تھا۔ حضرت تھانوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب کے انتقال کا صدمہ حضرت مولانا گنگوہی کو اس درجہ ہوا تھا کہ دست لگ گئے تھے

اور کھانا موقوف ہو گیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی ذکر کر دے میں بھی اس موقع پر حاضر ہوا اب وہاں پہنچ کر متحیر کہ یااللہ کیا کہوں آخر چپ ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا

ایک مولانا ذوالفقار علی صاحب تھے حضرت مولانا محمود حسنؒ کے والد بڑے عاشق مزاج اور حضرت حاجی صاحب کے والہ و شیدا انکا یہ رنگ تھا کہ جب میں حاجی صاحب کے انتقال کے بعد اول مرتبہ ان سے ملنے گیا تو میری صورت دیکھتے ہی بڑے جوش کے ساتھ کہا

بنال بلبل اگر بامنت سریاری ست　　کہ مادو عاشق زاریم و کار ما زاری ست

(ترجمہ) اے بلبل اگر تجھ کو میرے ساتھ دوستی کا خیال ہے تو رونے لگ اسلئے کہ ہم دونوں عاشق زار ہیں اور ہمارا کام رونا ہے

اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے میں بھی آب دیدہ ہو گیا (وعظ۔ راحت القلوب ص ۴۳)

یہ صرف ایک دو بزرگوں کا حال نہ تھا اہل حق کے کیا خواص اور کیا عوام سب ہی اس صدمہ سے متاثر تھے اور سب کی آنکھیں پرنم اور سب کے دل پر از غم تھے۔

حضرت حاجی صاحب کے خلفاء میں اونچے درجہ کے اہل علم اور مشائخ ہوئے ہیں اور یہ سب اپنی اپنی جگہ لائق احترام و اکرام ہیں تاہم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو جو خصوصی مقام حاصل ہے وہ اور کسی کو نصیب نہیں۔ اور خود حضرت شیخ نے بھی متعدد مقامات پر اسکا کھلا اظہار فرمایا تادنیا جان لے کہ یہ حضرات حضرت حاجی صاحب کے مرید ہی نہیں مراد بھی ہیں

آیئے اب ہم مختلف تحریرات کی روشنی میں حضرت حاجی صاحب کا ان اکابر ثلاثہ کے ساتھ خصوصی تعلق ملاحظہ کریں۔ جو شخص بھی حضرت حاجی صاحب کے بیانات اور آپ کے تعلقات پر غور کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہونچے بغیر نہ رہے گا کہ آپ کے یہ متوسلین واقعی اہل سنت والجماعت کے پیشوا اور رہنما تھے اور ولایت و معرفت کے اعلیٰ مناصب پائے ہوئے تھے۔ یہ وہ حضرات تھے جن میں شریعت و طریقت ایک دوسرے میں مدغم ہو گئی تھیں اور پھر طبیعت اور شریعت ایک ہو کر رہ گئی تھیں۔ اللھم ارحمھم رحمۃ واسعۃ۔

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت نانوتویؒ کی نظر میں

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اپنے دور کے محدث کبیر مجاہد عظیم اسلام کی حجت اور اللہ تعالی کی قدرت کے نشانات میں سے ایک نشان تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو علم نافع کی دولت سے مالامال فرمایا تھا۔ آپ نے علم کے اس بلند مقام پر ہونے کے باوجود حضرت حاجی صاحب سے اپنا روحانی تعلق قائم کیا۔ اور آپ نے دل کی گہرائیوں سے اپنی شیخ سے محبت کی۔ حضرت نانوتوی فرماتے تھے کہ

بھائی پڑھنا پڑھانا تو اور چیز ہے مگر بیعت تو ہوں گے حضرت امداد ہی سے۔ (حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ) حضرت مولانا کو حاجی صاحب کے ساتھ عشق کا درجہ تھا (الافاضات ج ۲ ص ۳۲۴)

آپ اپنی عقیدت کا سبب یہ بیان کرتے ہیں

میں جس چیز کے سبب حاجی صاحب کا معتقد ہوا وہ کمال علمی تھا انکی زبان سے باوجود علوم درسیہ حاصل نہ کرنے کے وہ علوم نکلتے تھے جن پر ہزاروں دفتر علوم قربان ہیں (مقالات حکمت ص ۹۸۔ وعظ روح الارواح ص ۷ ۴)

حضرت نانوتویؒ یہ بھی فرماتے تھے

میں جب اپنی تصنیف حضرت حاجی صاحب کو سنا دیتا ہوں تب مجھے اسکے مضامین پر اطمینان ہوتا ہے کہ ٹھیک ہیں بدوں سنائے اطمینان نہیں ہوتا۔

اور ایک بڑی لطیف بات فرمائی۔

ہمارے ذہن میں مبادی پہلے آتے ہیں یعنی مقدمات اول آتے ہیں انکے تابع ہوتا ہے نتیجہ اور ان حضرات کے ذہن میں نتائج پہلے آتے ہیں اسلئے جب سنالیتا ہوں تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مقاصد تو ٹھیک ہیں (قصص الاکابر ص ۷ ۵)

حضرت نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت عالم تھے آپ نے اسکے جواب میں فرمایا۔

عالم ہونا کیا معنی۔۔ اللہ کی ذات پاک نے آپ کو عالم گر بنایا تھا (امداد المشتاق ص ۱۰)

حضرت حاجی صاحب کا یہ علم علم ظاہر نہ تھا۔ علم باطن تھا۔ اسے علم لدنی بھی کہتے ہیں۔

حضرت نانوتوی اپنے شیخ کا کس درجہ ادب واحترام کرتے تھے اسے دیکھئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب مولانا نانوتوی کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ نقل کیلئے مولانا کو دیا ایک مقام پر املاء میں غلطی ہو گئی تھی مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس میں اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کہ یہ حضرت حاجی صاحب کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا کہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا تھی اور آکر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا۔ اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر درست کر دیں۔ مگر کس عنوان سے کیا۔ یہ نہیں کہ غلطی ہو گئی۔ یہ کمال کا ادب تھا (کمالات اشرفیہ ص ۱۵۳)

حضرت تھانوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب بار بار اس واقعہ کو بیان فرماتے تھے اور مولانا کی تعریف فرماتے تھے کہ سبحان اللہ۔ مولانا میں ادب کا بہت ہی بڑا حصہ تھا کہ باوجود بڑے عالم ہونے کے خود غلطی کو درست نہیں کیا بلکہ اول دکھایا جب میں درست کر دیا بعد میں صحیح نقل کیا۔

حضرت تھانوی اس پر یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ

مولانا نے اس واقعہ پر نہ غلو فی الاعتقاد سے کام لیا کہ پیر کی غلطی کو غلطی نہ سمجھتے تھے اور نہ بے ادبی کی کہ اصلاح خود دے کر پیر سے کہہ دیتے کہ یہاں آپ نے غلطی کی تھی میں نے اسکو صحیح کر دیا بلکہ لطیف طریقہ سے شیخ کو مطلع کر دیا جب انہوں نے خود غلطی کی اصلاح کر دی اسکے بعد صحیح لفظ لکھا

(پسندیدہ واقعات ص ۱۲۱)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ شجرہ عالیہ میں اپنے شیخ کا کس محبت وعقیدت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اسے دیکھئے

حق مقتدائے عشق بازاں　　رئیس پیشوائے مقتدایاں
امام راست بازاں شیخ عالم　　ولی خاص صدیق معظم
شہ والا گہر امداد اللہ　　کہ بہر عالم است امداد اللہ

(مناجات مقبول ص ۲۲۴)

حضرت نانوتویؒ اپنے شیخ ومرشد کی نظر میں

حضرت حاجی صاحبؒ اپنے قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ
جو آدمی اس فقیر سے محبت رکھتا ہے مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو کہ جو تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں بجائے میرے بلکہ مجھ سے بڑھ کر جانے اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور میں بجائے انکے ہو تا انکی صحبت غنیمت جاننی چاہئیے ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں (ضیاء القلوب ص ۲)
یہ اس شیخ وقت اور امام طریقت و معرفت کا بیان ہے جس کی خدمت میں کئی سو علماء اپنی روحانی تربیت کیلئے آئے تھے۔ آپ کی اس تحریر پر خواص و علماء دنگ رہ گئے۔ ان میں سے کسی نے حضرت حاجی صاحب سے پوچھا کہ۔
حضرت کیا آپ نے یہ تحریر فرمایا کہ رشید و قاسم بمنزلہ میرے ہوئے ہیں اور میں بمنزلہ انکے۔ ارشاد فرمایا کہ ہاں میں اسکے اظہار پر مامور تھا (ارواح ثلاثہ ص ۱۶۰)
یعنی مجھے الہاما کہا گیا ہے کہ انکی عظمت اور عبقریت واضح طور پر بیان کردوں۔ حضرت حاجی صاحب آپ کو اور حضرت گنگوہی کو اپنا سرمایہ آخرت جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ
اگر حق تعالی مجھ سے یہ دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا ہے تو مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو پیش کردوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں (تذکرہ ج ۲ ص ۳۲۰)
اس سے حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت مولانا گنگوہی کے عنداللہ مقام کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس پائے کے اہل اللہ میں سے تھے۔
جب حضرت نانوتوی آخری دفعہ سفر حج سے واپس ہوئے تو حضرت حاجی صاحب نے آپ کے رفقاء خاص کو بلایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ
مولوی صاحب کی تحریر و تقریر کو محفوظ رکھا کرو اور غنیمت جانو (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۴۶)
اور آپ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ

ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے (ایضاص ۲۴۶)

اسی لئے حضرت حاجی صاحب حضرت نانوتوی کو اپنی زبان فرمایا کرتے تھے اور اسے اللہ کا احسان مانتے تھے آپ نے فرمایا کہ

حق تعالی اپنے بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان عطا کرتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریزی کو مولانا رومی عطا ہوئے تھے جنہوں نے شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرمایا اسی طرح مجھ کو مولانا محمد قاسم صاحب لسان عطا ہوئے ہیں (قصص الاکابر ص ۷۵ الافاضات ج ۱ ص ۲۳۶)

جس زمانے میں حضرت نانوتویؒ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ذکر و شغل کیلئے مقیم تھے اس وقت دیگر متوسلین اپنا اپنا حال حضرت حاجی صاحب سے عرض کرتے تھے مگر حضرت نانوتوی کچھ عرض نہ کرتے تھے ایک دن حضرت حاجی صاحب نے خود ہی فرمایا

مولانا سب لوگ اپنی اپنی حالت بیان کرتے ہیں آپ کچھ نہیں کہتے

حضرت نانوتوی نے روتے ہوئے عرض کیا کہ

حضرت حالات ثمرات تو بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں مجھ سے تو جتنا کام حضرت نے فرمایا ہے وہ بھی نہیں ہوتا جہاں ذکر کرنے بیٹھتا ہوں ایسا بوجھ طاری ہوتا ہے کہ زبان و قلب دونوں بند ہو جاتے ہیں (۱) حضرت کے فیض میں تو کوئی کمی نہیں اور شفیق ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں لیکن ؂

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل   کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

آپ کی اس کیفیت کو سن کر حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ

مولانا مبارک ہو یہ علوم نبوت کا ثقل ہے جو آپکو عطا ہونے والے ہیں اور یہ اسی ثقل کا نمونہ ہے جو نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ پر ہوتا تھا تم سے حق تعالی کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے جاؤ دین کی خدمت کرو (وعظ۔ روح الارواح ص ۴۶ از حضرت تھانوی۔ اکمال العدۃ ص ۱۴۔ اول الاعمال ص ۳۹)

امیر شاہ خان صاحب کہتے ہیں کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا

مولانا۔ حق تعالی کے اسم علیم کے ساتھ آپ کو خصوصی نسبت ہے اور اسی نسبت خصوصی کے یہ آثار ہیں

---

(۱) حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس وقت زبان کا ذکر سے بند ہو جانا غایت قرب کی وجہ سے ہے

جنکا تجربہ اور مشاہدہ آپ کو کرایا جارہا ہے (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۵۹)
حکیم الامت حضرت تھانوی اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
اس زمانہ میں مولانا محض نو آموز طالب علم تھے اس وقت یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ اس قدر بڑے عالم ہونے والے ہیں (وعظ روح الارواح ص ۴۶)
حضرت حاجی صاحب نے یہ تشخیص ایسے وقت میں فرمائی جبکہ مولانا محمد قاسم صاحب کے علوم کا ظہور بھی نہ ہوا تھا بعد میں حاجی صاحب کے ارشاد کی تصدیق ظاہر ہوئی۔(اکمال العدۃ ص ۱۴) اور دنیا نے دیکھا کہ حضرت نانوتوی کس شان کے عالم با عمل ہیں۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں
یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا نے علوم و حقائق میں ایک سطر بھی نہیں لکھی تھی اس وقت کون سا ایسا ظاہرا قرینہ تھا جس سے اندازہ کیا جاسکے کہ اسکی تعبیر یہ ہے اور ایسا ہونے والا ہے۔ یہ شیخ کامل کا کام تھا (اول الاعمال ص ۳۹)
یہ صرف شیخ و مرشد حضرت حاجی صاحب کی ہی شہادت نہیں بلکہ وقت کے مسلم بزرگ اور ولی کامل اور راہ طریقت کے معروف راہی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے بھی اسکی شہادت دی اور فرمایا کہ
مولانا محمد قاسم کو کم سنی ہی میں ولایت مل گئی (کمالات رحمانی ص ۱۶۷)
ایک شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو خواب میں عریاں حالت میں دیکھا جس سے خواب دیکھنے والے کو گھبراہٹ ہوئی اس نے حضرت حاجی صاحب سے اس خواب کا ذکر کیا حضرت حاجی صاحب نے خواب سن کر ارشاد فرمایا
اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم دنیاوی تعلق سے بالکل علیحدہ ہیں اور صرف آخرت کے ہو رہے ہیں (الکلام الحسن ج ۲ ص ۱۶۳)
ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی مجلس میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ذکر خیر ہو رہا تھا اور انکے مناقب بیان ہو رہے تھے حضرت نانوتوی بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے بھری مجلس میں حضرت نانوتوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

مولانا اسماعیل تو تھے ہی۔ کوئی ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھے (ارواح ثلاثہ ص ۲۱۳)
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بارے میں مذکورہ بیانات انکے شیخ ومرشد کے ہیں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت نانوتوی اپنے شیخ ومرشد کی نگاہ میں کس اونچے مقام ومرتبہ پر فائز تھے اور خدا کے مقبول بندے آپ کو کس نگاہ محبت وعقیدت سے دیکھتے تھے۔ حضرت نانوتوی کے انتقال کے وقت حضرت حاجی صاحب حیات تھے جب آپ کو حضرت نانوتوی کے انتقال کی اطلاع پہنچی تو آپ تڑپ اٹھے اسی زمانہ میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری محدث نے بھی انتقال فرمایا تھا حضرت حاجی صاحب نے انکے صاحبزادہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے نام جو خط لکھا اسے ملاحظہ کیجئے اور حضرت کے رنج وغم کا اندازہ لگایئے

از فقیر امداداللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب دام محبتہ اللہ
بعد سلام مسنون ودعا خیر آنکہ مکتوب آنعزیز رسید واز حال پر ملال انتقال مولانا احمد علی صاحب مرحوم ولخت جگرم وپارہ دلم مولوی محمد قاسم صاحب رحمھم اللہ اطلاع داد سابق ہم خبر رسید انا اللہ وانا الیہ راجعون افسوس صد افسوس۔

حریفاں بادہا خوردند ورفتند تہی خم خانہ را کردند ورفتند
جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر رہ گئے سایہ کے جوں ہم خاک پر
مرد باہمت ہوئے شہ پر نثار ہم سے دوں ہیں نفس کے ہاتھوں میں خوار

اب زندگی کا لطف فقیر کے نہیں رہا دعا کرو کہ حق تعالی جلد خاتمہ بخیر کر کے اس دار الحزن سے اٹھالے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں...... فقط
پھر آپ نے حضرت نانوتویؒ کیلئے خوب دعائیں کیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو حضرت نانوتوی سے بہت پیار تھا۔ ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کے بارے میں غلط الزامات لگانا اور آپ کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کرنا کیا کسی شریف آدمی کا کام ہو سکتا ہے اور کیا یہ ان لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو حضرت حاجی صاحب کو اہل سنت اور مشائخ حق میں سے جانتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ حضرت حاجی صاحب جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے بھی شیخ ومرشد تھے۔ فافھم وتدبر

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنے دور کے سب سے بڑے محدث فقیہ راس الا تقیاء اور اور مجاہد تھے آپ علماء دیوبند کے سرخیل ہیں اللہ تعالی نے آپ کو کمالات ظاہری وباطنی سے بھرپور نوازا تھا۔ آپ علماء کرام میں سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ آپ کے تذکرہ نگار مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ لکھتے ہیں

مولانا نانوتوی کو اعلحضرت کے ہاتھ پر بیعت کرانے کا ثواب بھی حضرت گنگوہی کو حاصل ہوا (تذکرہ الرشید ص ۴۶ حاشیہ)

حضرت حاجی صاحب کی طرف آپ کا رجوع کرنے اور آپ کی بیعت لینے کی خبر سنتے ہی علماء کرام کی ایک کثیر تعداد نے حضرت حاجی صاحب کے حلقہ ارادت میں آنا قابل فخر جانا۔ تقریباً آٹھ سو کے قریب علماء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور عوام کی ایک بڑی تعداد نے بھی آپ سے ارادت وبیعت کا تعلق قائم کیا۔ حضرت گنگوہی کو اپنے شیخ ومرشد سے بے حد محبت تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت سے حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ...... پھر تو میں مرمٹا۔

آپ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں چند روز کے قیام کے ارادہ سے آئے تھے لیکن شیخ کی محبت وعقیدت میں اس قدر کھو گئے کہ آج کل میں پورا ایک چلہ گذار دیا۔

جب حضرت حاجی صاحب گنگوہ آتے تو آپ ہمہ وقت اپنے شیخ ومرشد کی خدمت میں رہتے اور جب حضرت تھانہ بھون میں قیام کرتے تو حضرت گنگوہی ہفتہ عشرہ کیلئے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور حضرت کے ساتھ یہ دن گذارتے۔

جب حضرت حاجی صاحب نے مکہ معظمہ ہجرت فرمائی تو آپ نے اپنے شیخ کے ساتھ برابر تعلق قائم رکھا ۔ حضرت حاجی صاحب کے انتقال پر آپ پر کیا گذری۔ اسے مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ سے سنئے آپ لکھتے ہیں۔

جب حضرت حاجی صاحب کے انتقال کی خبر آپ کو ملی تو اس وقت صدمہ سے آپ کا جو حال تھا وہ پاس

رہنے والوں نے دیکھا آپ اپنے پورے استقلال واستقامت کے باوجود کئی وقت کا کھانا نہ کھاسکے کسی سے بات کرنا یا مجمع میں بیٹھنا آپ کو گوارانہ ہوسکا آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہر چند آپ ضبط کرنے کی کوشش کرتے مگر بے تاب ہو ہو جاتے۔۔ مہینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ چارپائی پر لیٹتے ہی خادموں کو رخصت فرمادیتے اور خلوت میں پلنگ پر پڑے ہوئے گھنٹوں رویا کرتے تھے بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت میں جا پہونچے اور انہوں نے ایسی آواز سنی جیسے دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش مارتی ہے یہ آپ کا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ غم کو پی جاتے تھے اور اسی حالت پر آجاتے تھے جو مطمئن اور صاحب راحت وسکون کی ہونی چاہیئے۔

حضرت حاجی کے دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر آپ کا ماہی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونا اور بے تاب ہو ہو جانا جو کچھ بھی عادت میں ہوتا تھا اسکا تو خاص ہی لوگوں کو علم تھا مگر عام لوگوں نے اتنا مضمون ظاہرا بھی دیکھا ہے کہ جب مجلس میں حضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نووارد مہمان تعزیت کے کلمات کہتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور بے چین ہو جاتے تھے آپ کا جی چاہتا تھا کہ چیخیں ماریں مگر ضبط کو کام میں لاتے تھے اسی کشاکشی سے آپ کی حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جس کا رفع ہونا گھنٹوں میں مشکل میں پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر واقفین وحاضرین نے اس تذکرہ سے احتیاط کر لی اور جو نووارد شخص آتا اسکو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلحضرت کے وصال پر ملال کا ذکر نہ فرمائیں (تذکرۃالرشید)

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

جس وقت حضرت گنگوہی کو حضرت حاجی صاحب کی وفات کی خبر ملی کئی روز تک حضرت کو دست آتے رہے اس قدر صدمہ اور رنج ہوا تھا (قصص الاکابر ص ۱۰۱)

حضرت حاجی صاحب کو آپ کتنا چاہتے تھے اور آپ کے دل میں اپنے شیخ کی کتنی عظمت تھی اسے دیکھئے حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ

اگر ایک مجلس میں تمام اولیاء اللہ جمع ہوں اور ان میں حضرت جنید بھی ہوں اور ہمارے حضرت بھی ہوں تو ہم تو حضرت حاجی صاحب کے سامنے حضرت جنید یا کسی اور کی طرف کبھی التفات نہ کریں حضرت حاجی

صاحب ہی کے پاس پہونچیں ہاں حضرت حاجی صاحب کو چاہیئے کہ وہ ادھر التفات کریں کیونکہ وہ انکے پیر ہیں ہمیں تو اپنے پیر حضرت حاجی ہی سے مطلب ہے (الافاضات ج ۲ ص ۳۲۵۔ وعظ۔ تقلیل الاختلاط ص ۱۷۔ قصص الاکابر ص ۱۱۶)

اس میں یہ بتادیا گیا کہ سالک کو اپنے شیخ ومرشد کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ جب تک سالک کا اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد راسخ نہ ہوگا شیخ سے نسبت کبھی قوی نہ ہوسکے گی۔

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ

جو بات حضرت حاجی صاحب قدس سرہ میں دیکھی وہ کسی میں نہ تھی (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۷) واقعی حضرت حاجی صاحب عجیب جامع تھے عاشق بھی بے بدل اور عارف بھی بے بدل (افاضات ح ۵ ص)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

جب میں حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حاجی صاحب کا ذکر بکثرت ہوتا تو فرماتے کہ جب تم آجاتے ہو تو قلب زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب میں پہنچتا تھا تو اکثر حاجی صاحب کا تذکرہ آجاتا تھا اور حضرت (گنگوہی) جانتے تھے کہ اس نے (یعنی حضرت تھانوی نے) حضرت حاجی صاحب کی زیارت کی ہے یہ حضرت کے حالات سے مسرور ہوگا۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا شخص جو امام وقت ہو وہ ایک ایسے تھوڑے پڑھے لکھے بزرگ (حضرت حاجی صاحب) کا ایسا معتقد ہو جائے (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۰)

حضرت حاجی صاحب کا جس سے ذرا بھی تعلق ہوتا حضرت گنگوہی اس تعلق کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور اسکی وجہ سوائے شیخ کی محبت وعظمت کے اور کیا ہوسکتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ کو جناب حکیم عبدالعزیز صاحب سے ایک خاص تعلق تھا۔ حضرت گنگوہی اس نسبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

مجھ کو یہ بات کہ جناب مرشدنا کو تمہارے ساتھ الفت ہے سب چیزوں سے زیادہ وجہ محبت تمہارے ساتھ ہونے کی ہے اگر تمہاری۔۔۔ ناراض ہوں تو ہوں مجھ کو ان سے چنداں غرض نہیں اگر ہے تو بوجہ خدمت گذاری وبیعت حضرت مرشد کے ہے سو جب تمہارا علاقہ بجہت حضرت سے ہے پھر مجھ کو کسی کے رنج وشکوہ سے بحث نہیں ہاں میں کچھ نہیں مگر بوجہ حضرت مخدوم کے دل سے تمہارے ساتھ

ہوں اس بات کو خوب یاد رکھنا (مکاتیب رشیدیہ ص ۸۳)
حضرت گنگوہیؒ اپنے شیخ کی محبت وعقیدت میں ایسے فناء تھے کہ
آپ کی وفات کے بعد حضرت مولانا آپ کو یاد کر کے فرماتے کہ ہائے رحمۃ للعالمین ہائے رحمۃ للعالمین (الافاضات ج ۱ ص ۱۲۶۔ قصص الاکابر ص ۱۰۱)
یعنی حضرت حاجی صاحب کا وجود جو اپنے دور کے لوگوں کیلئے باعث رحمت تھا وہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ہی رحمت کا ایک پرتو تھا۔ مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی تعداد آپ سے اللہ کا نام اور آنحضرت ﷺ کا پیغام معلوم کرتی رہی اور آپ سے اپنے دل کی دنیا روشن و آباد کرتی رہی۔ گویا آپ کی ذات دنیا کیلئے حضور ﷺ کے واسطہ سے ایک رحمت تھی۔ اسکا ہرگز یہ معنی نہیں کہ معاذاللہ حضرت گنگوہی اپنے شیخ کو حضور ﷺ کے برابر سمجھتے تھے۔
شیخ سعدی نے اپنے دور کے حاکم کی تعریف کرتے ہوئے اسکو رحمۃ للعالمین اسی معنی میں کہا تھا۔ رحمۃ للعالمین تو حضور ﷺ ہی ہیں یہ آپ کی شان رحمت کا ایک پرتو اور سایہ ہے کہ وہ بھی رحمت بن گئے۔ شیخ کہتے ہیں

توئی سایہ لطف حق بر زمین ‌ ‌ ‌ پیمبر صفت رحمۃ عالمین
کلیات سعدی ص ۲۸۹ طبع ایران)

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم کو بھی انکے معتقدین نے جگہ جگہ قبلہ عالم لکھا ہے (دیکھئے مہر منیر) کیا اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب سب لوگ ان کو قبلہ جانیں اور انکی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔
حضرت شیخ سید علی ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخش کی قبر پر جو چادر چڑھائی گئی اس پر آیت کریمہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین لکھا تھا (روزنامہ جنگ کراچی ۲۸ اگست ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں یہ تصویر موجود ہے) کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ حضرت داتا صاحب بھی رحمۃ للعالمین تھے اور چادر چڑھانے والے اور اس چادر کو اس جگہ باقی رکھنے والے انہیں حضور ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں (العیاذ باللہ)
اگر ان سب کی مراد حضور ﷺ کے فیضان کا بیان ہے کہ یہ اپنے اپنے دور میں بایں طور پر عالم کیلئے باعث

رحمت تھے کہ بے شمار مخلوق خدا نے ان حضرات کی صحبت اور تعلیمات سے دینی زندگی پائی اور اپنی آخرت سنواری تو پھر حضرت گنگوہیؒ کے حضرت حاجی صاحب کی یاد میں رحمۃ للعالمین کہنے کا کیا یہ مطلب نہیں ہے ؟ رحمۃ للعالمین کس معنی میں ہے اسے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایک ارشاد میں دیکھئے آپ حضرت حاجی صاحب کو فن طریقت کے امام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

حضرت اپنے زمانہ کے اور اس فن کے مجدد تھے مجتہد تھے محقق تھے علم درسی بھی بظاہر نہ تھا لیکن یہ حالت تھی ۔

بینی اندر خود علوم انبیاء   بے کتاب و بے معید و اوستا

حضرت کے فیض روحانی اور باطنی سے تمام عالم منور ہو گیا ورنہ چہار طرف سے زندقہ اور الحاد اور نیچریت و دہریت نے دنیا کو گھیر لیا تھا حق تعالی نے ایسے پر فتن زمانہ اور پر آشوب دور میں ایسے شخص کو پیدا فرما کر اپنی مخلوق پر بڑا ہی فضل اور رحم فرمایا (الافاضات ج ۶ ص ۸ ۷ ۲ و ج ا ص ۱۵۲)

یقین کیجئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے اس بیان میں کوئی اعتراض کی جگہ نہیں ہے اور اگر حضرت مولانا گنگوہی محض اسلئے لائق عتاب ہیں تو پھر پہلے سب بزرگوں کو بھی اسی ترازو میں رکھئے۔ امت میں اختلاف پیدا کرنے کیلئے خوامخواہ اس قسم کے پروپیگنڈہ کرنا دین کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیئے۔

حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحب سے جو روحانی تعلق قائم فرمایا اور آپ کو اپنا مرشد مانا تو اسکا سبب حضرت کا صاحب نسبت اور صاحب تبع سنت ہونا ہے صاحب کرامت سمجھ کر آپ نے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت گنگوہی نے آپ کو ہمیشہ اسی نظر سے دیکھا اور اسی نسبت سے فیض حاصل کیا ۔ بزرگوں کے ہاں کرامت ایک ثانوی چیز ہوتی ہے مگر افسوس کہ آج کل یہی سب کچھ سمجھا جانے لگا ہے اور اس پر مٹا جا رہا ہے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی سے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب کی کرامتیں جمع کرنے کا خیال ہے اگر حضرت کو کچھ یاد آجاوے تو ارشاد فرماویں حضرت نے فرمایا بھائی تم نے ایسی بات کا سوال کیا کہ ہم نے اس نظر سے کبھی حضرت کو دیکھا ہی نہیں ۔۔ واقعی خوب ہی فرمایا (الافاضات ح ۶ ص حیرت ص ۵۵۹)

حضرت گنگوہیؒ اپنے شیخ ومرشد کی نگاہ میں

حضرت حاجی صاحب کو اپنے تمام متوسلین میں حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ سے بہت زیادہ محبت وعقیدت تھی اور ان کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق تھا۔ اسکی وجہ ان حضرات کا کمال اخلاص۔ ولایت ومعرفت الٰہیہ۔ اور مقام باطنی تھا حضرت گنگوہی نے یہ دولت بہت جلد حاصل کرلی تھی۔ جب آپ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور ابھی حضرت کی خدمت میں رہتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ شیخ ومرشد نے آپ کو بلایا اور ارشاد فرمایا

میاں رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی ہے وہ آپ کو دے دی آئندہ اسکو بڑھانا آپ کا کام ہے (امداد المشتاق ص ۲۱۔ الافاضات ج ۲ ص ۳۲۴)

حضرت گنگوہی آپ کے پاس چالیس دن رہے پھر جب آپ جانے لگے تو شیخ ومرشد دور تک آپ کو چھوڑنے آئے اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اسکو بیعت کرلینا (ایضاً ص ۳۲۴)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ لکھتے ہیں

کیا خدا کی دین ہے کہ جس دہلہ میں بیعت ہوئے اسی دہلہ میں صاحب نسبت بنے خلیفہ ہوئے اور چلتے چلتے اصرار و تقاضا کے ساتھ اعلیٰحضرت کی زبان سے یہ مبارک ارشاد و حکم سنا کہ دیکھو جو درخواست کرے اسکو ضرور بیعت کرلینا۔ یہی سفر سفر بیعت تھا اور یہی سفر سفر حصول خلافت۔ یہی قلیل زمانہ زمان سعی تھا اور یہی چند یوم ظفر و کامیابی کے تھے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۵۱)

حضرت گنگوہی جب اپنے وطن تشریف لائے تو یہاں آپ سے کسی نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے عذر کردیا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب بھی گنگوہ آئے ہوئے تھے اس نے حضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا مولانا اسکی بیعت کیجئے حضرت گنگوہی نے ادباً فرمایا کہ حضرت اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی فرمالیجئے حضرت نے اس پر عجیب جواب دیا جس میں ایک مسئلہ (۱) بھی بیان فرمادیا کہ اگر اسکو

(۱) حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے

مجھ سے عقیدہ (عقیدت) نہ ہو تم سے ہی ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے سامنے مرید کرو۔ حضرت گنگوہی نے اسکی بیعت لی (الافاضات ج ا ص ۱۸۱)

حضرت حاجی صاحب جب ہندوستان سے ہجرت کر کے حرمین شریفین جارہے تھے تو آپ حضرت گنگوہی سے برائے ملاقات گنگوہ بھی آئے۔ امداد المشتاق میں ہے

جب آپ بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ حضرت گنگوہی سے زیادہ تعلق خاطر تھا اسلئے الوداعی ملاقات کیلئے گنگوہ تشریف لے گئے (امداد المشتاق ص ۷ ۲)

حضرت گنگوہی چاہتے تھے کہ وہ بھی اپنے شیخ کے ہمراہ نکل پڑیں لیکن شیخ نے اسکی اجازت نہ دی پھر فرمایا میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالی کو ابھی بہتیرے کام لینے ہیں گھبراؤ مت۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے اور مراتب میں ترقی دے۔ اسکے بعد شیخ نے آپ کو دیر تک چھاتی سے لگائے رکھا اور آخر کار پدرانہ شفقت اور مربیانہ محبت کے انداز پر خود بھی چشم نم ہو گئے اور مولانا کو بھی رلادیا (تذکرہ ج ا ص ۸۰)

حضرت حاجی صاحب نے ہجرت کے بعد بھی اپنے مسترشد صادق سے برابر تعلق رکھا تھا اور اسی محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کو یاد کرتے رہے آنے جانے والے حضرات سے آپ کی خیریت معلوم کرتے اور آپ کو خطوط کے ذریعہ یاد کرتے رہے۔ آیئے حضرت حاجی صاحب کے خطوط کی روشنی میں حضرت گنگوہی کی آپ کے ہاں منزلت دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ آپ کی نگاہ میں حضرت گنگوہی کس قدر محترم اور صاحب عظمت ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ایک گرامی نامہ میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر وبرکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب عمت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ فقیر بفضلہ تعالی مع الخیر ہوں اور آپ کی صلاح فلاح دارین کی دعا کرتا ہوں

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد للہ اللہ تعالی نے

(حاشیہ از صفحہ گزشتہ) حضرت تھانوی سے کسی نے پوچھا کہ اس میں مسئلہ کیا ہوا فرمایا مسئلہ یہ ہوا کہ اگر پیر کا بھی پیر ہو اور اسکی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہوگا (حیرت انگیز واقعات ص ۵۱۱)

آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کردیا ہے کہ کوئی شے اسکو ہٹا نہیں سکتی ہے اور میں اپنی سب احباب کی محبت کو اپنے لئے وسیلہ نجات جانتا ہوں۔ اور یقین جانو کہ مجھ کو دنیا میں کسی سے ملال وکدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گنہ گار کے عقبی کے حامی ہیں کیونکر کدورت رکھوں گا اول تو کسی کو مقدور نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلاوے کیونکہ اس بارہ میں اسکو سوائے میرے رنج وملال کے کیا فائدہ ہوگا دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے تو اسکے خلاف کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جائے تو اسکو باور نہ کرنا۔

عزیزم دل محل ایمان ومعرفت ہے نہ کہ محل کینہ وکدورت۔ آپ کی دعا میرے حق میں مقبول ہے دعا فرماویں کہ اللہ تعالی اب اس اخیر زمانہ میں میرے دل کو نور محبت وایمان ومعرفت سے نور علی نور فرمائے (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۸ طبع لاہور)

حضرت گنگوہیؒ نے جب اپنے شیخ کو قلبی حالات اور باطنی واردات لکھے تو شیخ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالی کا شکر بجالائے آپ خود ایک خط میں لکھتے ہیں

اللہ تعالی آپ کو مکروہات سے محفوظ رکھ کر قرب مراتب ودرجات عالیہ عطا فرماوے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرماوے آمین...... الحمدللہ آپ کی کیفیات باطنی اور حالات مقدس سن کر کروڑ کروڑ شکر اللہ تعالی بجالایا اللہ تعالی آپ کے درجات اور قرب کو ترقی بالائے ترقی بخشے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ بنے۔

حضرت اسی خط میں لکھتے ہیں

اس پر کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان وعیوب چھپ گئے ہیں تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے انشاء اللہ قیامت میں بھی ایسی ہی شرمساری کی امید ہے تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے (ایضاً ص ۲۸ تا ص ۳۰)

حضرت یہ بھی لکھتے ہیں

ارسال خطوط سے معذور ہوں مگر تعلق قلبی وہمت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے ہمیشہ آپ کیلئے دست بدعا رہتا ہوں خدا قبول فرمائے (ایضاً ص ۶)

حضرت گنگوہیؒ کی اہلیہ محترمہ کے انتقال پر آپ نے جو تعزیتی مکتوب تحریر فرمایا اس میں آپ لکھتے ہیں
آپ کو صبر و شکر کی تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ آپ مجسم صبر و سر تاپا شکر ہیں ہاں یہ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو کمال اجر عطا فرمائے اور آپ کے فیوض سے تمام اہل اسلام کو مستفیض کرے۔ ایں دعا از ما وازروح الامین آمین باد (ایضا ص ۳۳)
ایک مرتبہ حضرت گنگوہی بہت بیمار ہو گئے جب حضرت حاجی صاحب کو اسکا علم ہوا تو آپ نے شفا کی دعا فرمائی اور حضرت گنگوہی کو لکھا کہ
آپ کی صحت خلق اللہ کے واسطے بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بعافیت تمام و صحیح سلامت رکھے (ایضا ص ۳۳)
حضرتؒ نے اپنے ایک معتقد کو بھی لکھا کہ
عزیزی مولوی رشید احمد صاحب زاد اللہ عرفانہ کی علالت کا اثر ہندوستان پر بہت پڑا اکثر امور خیر جو انکی ذات سے منسلک تھے بند ہو گئے درس حدیث و فتوی جو خاص بصارت سے متعلق تھا وہ بالکل جاتا رہا اللہ تعالیٰ شفائے کلی مرحمت فرمائے آمین (ایضا)
حضرت حاجی صاحب اپنے مسترشد صادق اور محب و مخلص کو کس عقیدت بھرے الفاظ والقاب سے یاد کرتے تھے وہ آپ کے ہر گرامی نامہ میں موجود ہے آپ بھی دیکھیں
از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیض درجت منبع علوم شریعت و طریقت (ص ۲۸) فیض درجت سراپا خیر و برکت سراسر خلوص و محبت (ص ۲۰) جامع فضل و کمال محبی و مخلصی (ص ۳۱) عارف باللہ (ص ۳۱)
ایک شیخ کامل کی طرف سے اپنے مرید کیلئے یہ عقیدت بھرے الفاظ اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ یہ مرید عام مریدوں کی طرح نہ تھا وہ خود اپنی جگہ شریعت و طریقت کا امام اور سرچشمہ علم و فضل تھا اور اسکی شہادت اسکا شیخ دے رہا تھا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں
حضرت حاجی صاحب حضرت مولانا گنگوہیؒ کا بے حد ادب فرماتے تھے ایسا کہ جیسا شیخ کا ادب کیا جاتا ہے میرے سامنے حضرت گنگوہی کا دیا ہوا عمامہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا

توحضرت نے اسکو آنکھوں پر لگایا سر پر رکھا اور فرمایا کہ مولانا کا تبرک ہے اگر کوئی دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ حضرت حاجی صاحب کے پیر نے بھیجا ہے (الکلام الحسن ج ۱ ص ۸۰ و ج ۲ ص ۹۱ کلمۃ الحق ص ۶۵)

آپ یہ بھی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب حضرت مولانا گنگوہی کا بے حد ادب فرماتے تھے (الافاضات ج ۲ ص ۱۹۱)

حضرت حاجی صاحب اپنے دونوں مرید خاص یعنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں برصغیر کے مسلمانوں کو جو پیغام دیا ہے اسے ملاحظہ کریں شیخ کی طرف اپنے مریدوں کیلئے یہ پیغام کیا انکی عظمت کی کھلی شہادت نہیں۔ آپ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

جو صاحب اس فقیر سے محبت و عقیدت رکھیں وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جو کہ تمام کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں میری جگہ بلکہ مدارج میں مجھ سے فوق سمجھیں اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں انکی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور انکی صحبت کو غنیمت سمجھیں کہ انکے سے لوگ اس زمانے میں نایاب ہیں اور انکی خدمت بابرکت سے فیض یاب ہوتے رہیں اور سلوک کے جو طریقے اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں انکے حضور حاصل کریں انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہیں گے اللہ تعالی انکی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور انکے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور ﷺ کے صدقے میں قیامت تک انکا فیض جاری رکھے (ضیاء القلوب ص ۶۲)

حضرت حاجی صاحبؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے جو کچھ ضیاء القلوب میں لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے میرا الہام بدلا نہیں (الافاضات ج ۲ ص ۴۶)

حضرت حاجی صاحب اپنے سب متعلقین و متوسلین کو لکھتے ہیں کہ

عزیزی جناب مولوی رشید احمد کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبری و نعمت عظمی سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور انکی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۳)

جو حضرات حضرت حاجی صاحبؒ کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی روشنی میں دیوبندی بریلوی اتحاد کے خواہاں ہیں اور اسے معیار بناتے ہیں کیا انہیں اس میں حضرت کا یہ ارشاد نظر نہیں آتا؟ کیا یہ لوگ ان ارشادات کی رو سے اکابر دیوبند کی تکفیر کا کھیل بند کرنے کو تیار ہیں؟ اگر یہ لوگ واقعی دیانتداری سے اس مسئلہ کا حل چاہتے ہیں تو پھر انہیں کھل کر اکابر دیوبند کے خلاف شور و غل کرنے والوں کا محاسبہ کرنا ہوگا ورنہ ہمیں یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں کہ جو لوگ اس قسم کا اعلان کر رہے ہیں وہ بدنیت ہیں حقیقت میں اتحاد بین المسلمین کا کوئی جذبہ انکے دلوں میں نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بعض حاسدوں نے حضرت گنگوہی کے خلاف شکایات کا دفتر کھولا انکا مقصد یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب حضرت گنگوہی سے قطع تعلق کرلیں گے اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے حضرت نے انکی باتوں کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "بالکل جھوٹ ہے"

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ پھر میرے ہاتھ یہ کہلا بھیجا کہ

میری محبت آپ سے اللہ واسطے ہے اور اللہ باقی ہے لہذا یہ بھی باقی ہے (قصص الاکابر ص ۲۹ اورمزید المجید)

آپ نے یہ بھی فرمایا

مجھ کو تم سے اللہ کیلئے محبت ہے اور جیسے اللہ کو بقاء ہے ویسی ہی حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے تم بے فکر رہو مجھ پر ان کا باتوں کا کوئی اثر نہیں آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں (الافاضات ج ۵ ص ۲۵۸)

غور کیجئے کہ اگر ان اعتراضات میں ذرہ بھر بھی وزن ہوتا جو علماء دیوبند کے مخالفین نے جگہ جگہ پھیلا رکھے تھے تو آپ ہی بتائیں کہ ایک ولی کامل اور شیخ وقت ان حضرات کو اپنے قریب رکھتے انہیں گلے لگاتے ان سے عقیدت و محبت کا کھلے عام اظہار کرتے؟ کیا کبھی بھی آپ یہ کہتے کہ یہ حضرات میری جگہ بلکہ مجھ سے بڑھ کر ہیں؟ آپ کا بر صغیر کے علماء و عوام کو اکابر علماء کی صحبت بابرکت اختیار کرنے کی تاکید کرنا اور باطنی مسائل میں ان سے رجوع کرنے کی نصیحت کرنا اور انہیں اتنا قریب رکھنا صاف بتاتا ہے کہ ان حضرات پر لگائے جانے والے الزامات بالکل بے وزن ہیں اور ان سب حضرات کا دامن اس سے پاک ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ان دنوں ہندوستان میں اہل اسلام بڑی مشکل سے گذر رہے تھے اور ہر طرف سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق پر زور دیا جا رہا تھا مگر کچھ لوگ اسی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ

مسلمانوں میں فرقہ بندی کی فضاء پیدا کی جائے چنانچہ انہوں نے اکابر دیوبند کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ شروع کیا اور حضرت گنگوہی کو بطور خاص اسکا نشانہ بنایا۔ ہندوستان کے مسلمان جانتے تھے کہ حضرت گنگوہی حضرت حاجی صاحب کے مرید ہیں اسلئے حضرت سے رجوع کیا جائے اور انکے جواب کی روشنی میں معاملہ طے ہو۔ بعض حضرات نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں استفسار کیا اور اسکی حقیقت چاہی۔ حضرت حاجی صاحب نے ان خطوط کے جواب میں ایک تفصیلی خط تحریر فرمایا۔ آپ اسے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ حضرت حاجی صاحب حضرت گنگوہی کو کس نظر سے دیکھتے تھے اور آپ کے قلب میں حضرت گنگوہی کی کتنی عظمت تھی یہ تاریخی خط شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں نقل فرمایا ہے۔ لیجئے آپ بھی پڑھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداداللہ چشتی خدمت محبان عموما

ان دنوں بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے اس میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوئے ظن رکھتے ہیں کہ ہم مولوی صاحب کو کیسا سمجھیں۔ لہٰذا فقیر کی جانب سے مشتہر کرادو اور طبع کرادو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی فاضل حقانی ہیں۔ سلف صالحین کا نمونہ ہیں۔ جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ہیں شب وروز خدا اور اسکے رسول علیہ ﷺ کی رضامندی میں مشغول رہتے ہیں حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں۔ مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی کے بعد اس قسم کا فیض علم دین کا مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے ہندوستان میں مولوی صاحب ایک فرد واحد ہیں مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے ہر سال میں پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر ان سے سند لیتے ہیں اتباع سنت میں مستغرق ہیں حق گو ہیں لایخافون لومۃ لائم کے مصداق ہیں خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہیں اشاعت سنت انکا پیشہ ہے بدعقیدوں کو خوش عقیدہ بنانا انکا حرفہ ہے انکی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیمیا اور اکسیر اعظم ہے انکے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے یہی اللہ والوں کی علامت ہے متقی اور تارک الدنیا ہیں راغب الی الآخرۃ ہیں تصوف اور سلوک میں کامل ہیں امیر وغریب انکے نزدیک یکساں ہیں سب کی توجہ برابر ہے لاطمع ہیں فقیر

نے جو کچھ انکی ثناء میں رسالہ ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق ہے اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے کے انکے ساتھ بہت زیادہ ہے فقیر ان کو اپنے واسطے نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔
میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے میرے دو بازو ہیں ایک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم اور دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک جو باقی ہے اسکو بھی نظر لگاتے ہیں میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے میں بھی بدعات کو برا کہتا ہوں جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا اور رسول ﷺ کا مخالف ہے اور بعض جہلاء جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض انکی کم فہمی ہے طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں ......اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں یہ امر باعث اتباع سنت کے ہے کسی کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں۔ مولوی صاحب وہ شخص ہیں کہ خواص کو چاہئیے کہ انکی صحبت سے مستفید ہوں اور انکی صحبت کو خیر کثیر سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سناوے اور نہ تحریر کرے مجھ کو ان امور سے سخت ایذا ہوتی ہے عجب بات ہے کہ میرے لخت جگر کو ایذا پہنچائیں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں ہرگز نہیں۔
مولوی صاحب پکے حنفی المذہب صوفی المشرب ہیں باخدا ولی کامل ہیں انکی زیارت کو غنیمت سمجھیں

والسلام امداد اللہ فاروقی (مہر) (ماخوذ از الشہاب الثاقب ص ۲۹۱)

کیا اس سے زیادہ پر عظمت و عقیدت اور محبت بھرے الفاظ ہو سکتے ہیں؟ حضرت حاجی صاحب کا یہ گرامی نامہ جس جس کے پاس پہنچا ان کے دل حضرت گنگوہی کی عظمت میں جھک گئے ہاں جو بد نصیب تھے وہ پھر بھی باز نہ آئے اور امت میں انتشار پھیلانے کی دوسری راہیں تلاش کیں۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ
حضرت حاجی صاحب اپنے وقت کے امام طریقت تھے تو حضرت گنگوہی اپنے زمانہ کے امام شریعت تھے شریعت کے اصول و کلیات اور پھر اس کی فروع وجزئیات پر آپ کی پوری پوری نظر تھی آپ دین کے معاملہ میں کسی چھوٹے بڑے کی پروانہ کرتے تھے کھل کر حق کی بات بتاتے اور اس پر استقامت کا مظاہرہ فرماتے تھے
حضرت گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے بعض مسائل میں اختلاف تھا شیخ اور مرید کے مابین

اختلاف کا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور کبھی کسی نے اسے برا نہ جانا۔ حضرت گنگوہی اپنے شیخ کے روبرو اس اختلاف کو عرض کرتے اور ضرورت پڑتی تو دلائل کے ساتھ اسکی وضاحت فرماتے۔ حضرت حاجی صاحب کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی اپنے مرید کے اس اختلاف اور اس وضاحت کا برا نہ مانا اور نہ حضرت گنگوہی کے دل میں اس اختلاف کی بناء پر اپنے شیخ کی عقیدت و محبت میں کوئی کمی آئی۔ حضرت حاجی صاحب حضرت گنگوہی کے اس اختلاف سے خوش بھی تھے اور عقیدت و محبت کے یہ رشتے اسی طرح برابر قائم رہے۔

ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے تم چلتے ہو مولانا نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں حضرت میں تو نہیں جا سکتا کیونکہ میں تو ہندوستان میں اسکو منع کرتا ہوں حضرت نے فرمایا جزاک اللہ میں اتنا تمہارے جانے سے خوش نہ ہوتا جتنا نہ جانے سے ہوا (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۷)

حضرت حاجی صاحب مکہ معظمہ کی ایک خاص قسم کی مجلس مولود (جو ہر قسم کی بدعات اور رسوم ورواج سے خالی تھی) جانے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے جبکہ حضرت گنگوہی کا موقف یہ تھا کہ جو چیز اکابر سلف اور فقہاء سے مروی نہ ہو اس پر عمل درست نہیں ہے۔ آپ کی نظر میں شریعت کے وہ اصول و قواعد موجود تھے جنکی رو سے آپ اس کو مناسب نہ جانتے تھے۔ اور آپ اس بات کے قائل تھے کہ دین کے مسائل میں علماء و عوام کو فقہاء کا دامن تھامنا چاہیئے فقہ کے باب میں ہمارے رہنما فقہاء ہیں صوفیہ کرام نہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی اس واقعہ پر فرماتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب نے برا ماننے کے بجائے مولانا کے انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں۔ اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب اور معظم ہوگا مگر دین کی حفاظت انکے اتباع سے بھی زیادہ ضروری تھی اسلیئے آپ نے اسی کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے کیونکہ سارے پہلوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے اور نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہے اس میں فرق آئے (الافاضات ج ۷ ص حیرت ص ۵۷۰)

ایک مرتبہ کسی نے حضرت گنگوہیؒ سے کہا کہ آپ اپنے شیخ کے اس عمل پر کیوں نہیں آپ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

بندہ حضرت الشیخ سے جو بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم وذی فہم قدیم سے بیعت ہوئے رہتے ہیں توباوجود عالم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ استادون سے کتب دینیہ میں انہوں نے پڑھا ہے اور علم حاصل کیا ہے کسی شیخ عارف سے اس علم کو علم الیقین بنالیویں تاکہ عمل کرنا نفس کو اس علم پر سہل ہو جائے اور معلوم مشہود بن جائے علی حسب استعداد۔ کوئی اس واسطے بیعت نہیں ہوتا اور نہ ہوتا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اسکے صحت وسقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال میں لیں اور احکام فقہ قرآن وحدیث کو اسکے قول کے مطابق کرلیں کہ جس کو وہ غلط فرمادیں اسکو آپ غلط مان لیں اور جس کو وہ صحیح کہیں اسکو صحیح رکھیں یہ خیال سراسر باطل ہے (تذکرۃ الرشید ص ۱۲۲)

ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دی ہے تو حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حجت نہیں حضرت حاجی صاحب جس فن کے امام ہیں اس میں ہم انکے غلام ہیں باقی یہ مسائل فقہیہ ہیں اس میں فقہاء کا اتباع کیا جائے گا...... بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل میں حضرت کو ہم سے فتوی لے کر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں (الافاضات ج ۲ ص ۲۴۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

اگر کوئی شخص (حضرت گنگوہی کے سامنے) فتاوی شرعیہ کے معارضہ میں حضرت حاجی صاحب کا کوئی قول یا فعل پیش کرتا تو صاف صاف فرمادیا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کو ان مسائل جزئیہ میں ہمارے فتوی پر عمل کرنا واجب ہے ہم کو ان مسائل جزئیہ میں انکی تقلید جائز نہیں اور ہم ان مسائل کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب سے مرید تھوڑا ہی ہوئے ہیں وہ اور ہی چیزیں ہیں جنکی وجہ سے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی ہے (الافاضات ج ۲ ص ۳۲)

حضرت گنگوہی کے مذکورہ بیانات پر غور فرمائیں کہ آپ نے کس احتیاط ودیانت داری سے کام لیا ہے۔ آپ کے ان بیانات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں حضرت حاجی صاحب کی پوری پوری

عظمت اور عقیدت موجود ہے اور شریعت مطہرہ کی پاسبانی و حفاظت کا بھی کس قدر خیال ہے۔ حضرت حاجی صاحب جس سلسلے کے امام الائمہ اور شیخ الشیوخ ہیں حضرت گنگوہی اسکا علی الاعلان اقرار فرماتے ہیں اور حضرت گنگوہی کی نظر جس بات پر ہے آپ کو اسکے اظہار سے بھی کوئی عار نہیں ہے۔

حضرت گنگوہی بتلانا چاہتے ہیں کہ فقہی مسائل میں صوفیہ کرام حجت نہیں ہوا کرتے کہیں ایسا نہ ہو بزرگوں کے بعض اعمال واحوال کو انکے مرید حجت جانیں اور ان پر عمل شروع ہو جائے۔ نہیں۔ ان مسائل علمیہ اور دقائق فقہیہ میں فقہاء کے بیانات ہی قابل اعتبار ہوں گے اور انکی تشریحات قابل قبول سمجھی جائیں گی۔ اگر بزرگوں کے بعض اعمال واحوال کو انکے مریدان باصفا جزودین سمجھ لیں اور اسے بھی دین کا مسئلہ بتا کرامت کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کریں تو یہ دین میں فتنہ کا باعث ہوگا۔ خود بزرگوں نے بھی اپنے مخصوص ذوق کو کبھی دین کا درجہ نہ دیا اور نہ کبھی اپنے متوسلین کو یہ راہ اپنانے کی تاکید کی۔ انکی ہمیشہ سے یہ نصیحت رہی ہے کہ مسائل مین علماء و فقہاء کا ہی اتباع کیا جائے گا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) بہت پہلے یہ لکھ گئے ہیں

فان علم الحلال والحرام انما يتلقى من الفقهاء. (فتح الباری ج۹ ص۳۱)

(ترجمہ) حلال و حرام کا علم (اور اسکے مسائل) تو فقہاء ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی شیخ و مرشد کا فعل اس بات کی دلیل نہیں کہ اس فعل کو سند جواز مل گیا ہے دینی معاملات میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی حدیں فقہاء طے کر چکے ہیں اور پوری امت نے اس پر اعتبار و اعتماد کیا ہے ان حضرات کے ذکر کردہ مسائل قرآن و سنت سے ہی مستنبط ہوتے ہیں یہ حضرات محض ذوق سے کسی چیز کو طے نہیں کرتے۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں کتاب و سنت کی روشنی میں کہتے ہیں آثار صحابہ و تابعین کو دیکھتے ہیں اسی لئے اجماع و قیاس مجتہد کو شرعی مقام حاصل ہے۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ لکھتے ہیں

صوفیہ کرام کا عمل حلت و حرمت میں سند نہیں ہمیں اتنا کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں اور انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اس معاملہ (یعنی حلت و حرمت) میں امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو الحسن کا فعل۔ (مکتوبات۔ دفتر اول ص ۲۰۲)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے ایک بزرگ کا عمل بطور حجت پیش کیا تو آپ اسکی تاب نہ لا سکے آپ نے اسکے جواب میں لکھا

مخدوما فقیر کو ایسی باتوں کے سننے کی تاب نہیں بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی ایسی باتوں کے قائل خواہ شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر ہمیں کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام درکار ہے نہ کہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین قونوی و شیخ عبد الرزاق کاشی۔ ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ فص سے۔ فتوحات مدینہ نے فتوحات مکیہ سے مستغنی بنادیا ہے (مکتوبات دفتر اول ص ۲۳۵)

حضرت مجدد الف ثانی نے جس قیمتی بات کی طرف توجہ دلائی حضرت گنگوہی نے اس پر عمل کیا آپ حضرت حاجی صاحب کے اس فعل کو شریعت کا درجہ دینے کیلئے تیار نہ ہوئے بلکہ آپ نے حضرت کو اس عمل میں معذور جانا اور ملامت نہ فرمائی نہ ادب و عقیدت میں کوئی فرق آنے دیا۔ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ارادت کا تعلق اسی طرح برقرار رکھا کیونکہ بزرگوں کی اداؤں اور انکے الوان کا اسی طرح احترام کیا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے بھی اپنے مسترشد صادق اور محب کامل کے اس بیان کو کبھی بے ادبی نہ کہا۔ شریعت اور اسکے تقاضوں کو برابر سمجھا بلکہ آپ نے انکی تصویب فرمائی اور انکے نہ جانے پر بھی خوش ہو کر دعائیں دیں

حضرت گنگوہی جس مقام پر تھے انکے لئے ایسا کہنا ہی ضروری تھا اور حضرت حاجی صاحب جس مقام پر اسے گوارا فرما رہے تھے یہی انہی کا مقام تھا۔ ہر کسی کو اس مقام کا مدعی بنانا خود ان مقامات کی توہین ہے۔ عوام کیلئے تو بس یہی کافی ہے کہ شریعت کی روشنی میں چلیں اور مسائل میں بزرگوں کا نہیں فقہاء کا اتباع کریں۔ پھر حضرت حاجی صاحب کا بھی یہی موقف ہو گیا کہ مسائل میں فقہاء کا اتباع چاہیئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

احکام ظاہرہ کے ائمہ اجتہاد معروف ائمہ مجتہدین اور فقہاء ہیں اور امور باطنہ کے فقہاء صوفیہ ہیں اسکے متعلق حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ جو مسئلہ احکام ظاہرہ سے متعلق ہو اور اس میں فقہاء اور صوفیاء کا اختلاف ہو جائے تو میں فقہاء کی تحقیق کو ترجیح دیتا ہوں لیکن اگر مسئلہ امور باطن سے متعلق ہے

تو میں اس میں صوفیہ کے قول کو اختیار کرتا ہوں (مجالس حکیم الامت ص ۲۶۲۔ فیوض الخالق ص ۴۹)
حضرت حاجی صاحب کا حضرت گنگوہی کے ساتھ اتنا گہرا تعلق اس بات کی واضح شہادت ہے کہ حضرت گنگوہیؒ شریعت وطریقت کے تقاضوں پر پوری طرح عمل کرنے والے تھے اور آپ کی طرف جو غلط باتیں منسوب کی جاتی ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں یہ صرف امت میں انتشار پیدا کرنے کی ایک سازش تھی جو انگریزوں نے تیار کی تھی اور اسکے لئے ان لوگوں نے کچھ مولویوں کو خرید لیا تھا۔ مفسدین کا کام ہی یہ ہے کہ وہ فساد برپا کریں اور مصلحین کا کام ہے کہ اس فساد کے آگے بند باندھ دیں۔ مفسدین نے اپنی طرف سے فساد مچانے کی بڑی کوشش کی مگر ایک اللہ والے اور امام اہل سنت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ان کی سب کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ فجزاه الله احسن الجزاء آمین

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا تھانویؒ کی نظر میں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج نہیں آپ حکیم الامت اور مجدد الملت جیسے بلند مقام پر فائض ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اپنے دین کی جو خدمت لی ہیں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ آپ حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ کو اپنے شیخ ومرشد سے بہت محبت وعقیدت تھی حضرت کے مواعظ وملفوظات دیکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ حضرت حاجی صاحب کا ذکر کس ادب واحترام اور محبت وعظمت سے کرتے ہیں اور شیخ محترم کا تذکرہ کئے بغیر آپ سے نہیں رہا جاتا۔ اور جب آپ اپنے شیخ کا ذکر کرتے تو آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کے ادنیٰ تذکرہ سے بھی میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں اس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا گو دیکھنے والوں کو اسکا پتہ نہ چلے مگر مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے جس کا مجھے خوب اندازہ ہے (اشرف السوانح ج۱ ص ۲۱۷)

حضرت تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی تھی آپ خود اپنی بیعت کا قصہ اس طرح بیان

کرتے ہیں

میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی میری طالب علمی کا زمانہ تھا حضرت نے فرمایا کہ زمانہ تحصیل علم میں اس قسم کے خیال کو وسوسہ سمجھو گو ظاہری عنوان اسکا موحش ہے مگر اسکے عواقب پر نظر کی جائے تو عجیب حکیمانہ بات ہے...... میں نے حضرت حاجی صاحب کو یہ واقعہ لکھا میرے لکھنے پر حضرت نے خط سے بیعت فرمالیا حضرت حاجی صاحب نے اسکا جواب دیا اور وہ جواب حضرت گنگوہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تم کو بیعت کر لیا اور یہ بھی لکھا تھا کہ بعد فراغ علم اگر شغل کرنا چاہو گے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ یا حضرت گنگوہی سے رجوع کرنا اور آخر میں لکھا تھا کہ علمی مشغلہ کبھی ترک مت کرنا پھر جس وقت میں مکہ معظمہ گیا اس وقت حضرت نے دست بدست بیعت فرمالیا(

الافاضات ج ا ص ۱۸۶۔ ج ۵ ص ۳۱۳)

حج سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ آپ تو چاہتے تھے کہ شیخ کی خدمت میں رہ پڑیں مگر والد محترم نے آپ کی مفارقت گوارا نہ کی حضرت حاجی صاحب نے آپ کو والد محترم کی خواہش کو مد نظر رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ واپس تشریف لے آئے اور حضرت شیخ سے خط و کتابت جاری رکھی۔ اور جب آپ نے دوسری مرتبہ حج فرمایا تو شیخ کے پاس تقریبا چھ ماہ کے قریب رہے اور شیخ سے بھرپور استفادہ فرمایا۔ اور آپ کے علوم و معارف کو اپنے اندر ضم کر لیا اسی لئے آپ اپنے کمالات کو اپنے شیخ کی طرف ہی منسوب فرماتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری سے قبل میں تحصیل علوم اور مدرسی کئے ہوئے تھا لیکن وہ باتیں جو حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آتی تھیں یہ حضرت حاجی صاحب کا فیض نہیں تو اور کیا ہے (ارواح ثلاثہ ص ۱۵۲

) آپ نے ایک مرتبہ فرمایا

میرے پاس جو کچھ بھی ہے حضرت ہی کی دعاؤں کا ثمرہ اور برکت ہے ورنہ میرے اندر کوئی بھی چیز نہیں نہ علم ہے نہ فضل نہ کمال (الافاضات ج ٦ ص ۲۷۸)

یہ سب حضرت حاجی صاحب کے فیوض وبرکات ہیں انہیں کی دعاؤں کے ثمرات ہیں میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں (ایضاص ۱۹۳)

یہ سب اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حقیقۃ حق تعالی کا فضل ہے (ایضاج ۳ ص ۳۰۲)

آپ کا یہ ارشاد بھی دیکھیں

یہ سب اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت ہے خصوصا بڑے میاں کی توجہ اور دعا کی برکت ہے جنکا نام حضرت امداد اللہ ہے میں کسی فخر کی راہ نہیں بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ یہ سب کچھ جو نظر آرہا ہے یہ سب حضرت ہی دعاؤں اور توجہ کی برکت ہے ورنہ میں کیا اور میرا وجود کیا اور میری ہستی کیا (ایضاج ۶ ص ۲۱۰)

ایک مرتبہ کانپور شہر میں حضرت تھانوی کا وعظ ہوا اس وعظ میں پڑھے لکھے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو ایک وکیل نے آپ کو مخاطب کر کے کہا

تو مکمل از کمال کیستی　　　　تو منور از جمال کیستی

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے جی میں آیا کہ اسے یہ جواب دوں ؎

من مکمل از کمال حاجیم　　　　من منور از جمال حاجیم (اشرف السوانح ج ۱ ص ۶۹)

حضرت تھانوی نے اس میں اس بات کا کھلا اظہار فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحبؒ کی دعاؤں اور انکی توجہات کے طفیل ہے۔ حضرت یہ بھی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں رہ کر ان چیزوں پر نظر نہ تھی کہ ہم ایسے ہو جائیں ویسے ہو جائیں صرف اس پر نظر تھی کہ فن مقصود حاصل ہو جائے اور میرے پاس تو ابھی اسکا بھی افلاس ہے سوائے اپنے بزرگوں کی دعا کے اور جو کچھ الٹا سیدھا ہے یہ سب حق تعالی کا فضل اور حضرت حاجی صاحب کی دعاؤں کی برکت ہے (ایضاج ۴ ص ۶۸)

اس حقیقت کو آپ اپنے اشعار میں اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا　　　　جب اسکو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے

حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ　　　　یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۸۸)

حکیم الامت حضرت تھانوی اپنے شیخ کے علوم و معارف کی بابت فرماتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب نے تو صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہم نے اتنا پڑھا کہ ایک کافیہ اور لکھدیں مگر حضرت کے علوم ایسے تھے کہ آپکے سامنے (ظاہری) علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۲)

آپ ایک وعظ میں فرماتے ہیں

واللہ رحمت تھی حق تعالی کی کہ اس زمانے میں ایسے حضرات پیدا فرمائے حضرت کی صحبت کے وقت سے زیادہ مجھ کو مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت حضرت کے علوم و معارف کی قدر معلوم ہوئی وہاں آنکھیں کھلیں حضرت ہی کے علوم کی بدولت یہ دقیق کتاب سمجھ میں آئی ورنہ ناممکن تھا ...... حضرت کی شان علمی کے متعلق ایک عجیب قصہ یاد آیا کہ ایک جلسہ میں جبکہ حقایق کا بیان فرما رہے تھے دوران تقریر میں ایسے ایسے الفاظ ...... بشرط شے ...... بشرط لاشے ...... لابشرط شے استعمال فرمانے لگے ایک معقولی بھی شریک جلسہ تھے انکے دل میں خیال ہوا کہ درسی علوم تو حضرت نے حاصل نہیں کئے پھر یہ اصطلاحیں کیا جانیں۔ معاً حضرت کو اس خطرہ کا کشف ہوا فرمایا کہ معانی کا القاء کبھی بواسطہ الفاظ بھی ہوتا ہے اس وقت ایسی اصطلاحات بول سکتا ہے وہ معقولی صاحب دم بخود رہ گئے (وعظ۔ روح الارواح ص ۴۷)

ایک مرتبہ کسی نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے کہا کہ علماء کی ایک بڑی تعداد حضرت حاجی صاحب کے پاس کیوں جاتی ہے جبکہ آپ عالم بھی نہیں ہیں۔ آپ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا

ایک شخص تو ایسا ہے جس کو تمام مٹھائیوں کے نام یاد ہیں مگر کبھی کھانا نصیب نہ ہوا اور ایک شخص ہے جس کو نام تو کسی ایک مٹھائی کا بھی یاد نہیں لیکن ہر قسم کی مٹھائی اس کو مل جاتی ہے اور وہ دونوں وقت خوب پیٹ بھر کر اور مزے لے لے کر کھاتا ہے گویا ایک تو محض صاحب الفاظ ہے اور وہ دوسرا صاحب الفاظ نہیں لیکن صاحب معنی ہے اب بتاؤ وہ محتاج اسکا ہے یا یہ اسکا ہے؟ انہوں نے کہا کہ واقعی یہی صاحب الفاظ محتاج ہے صاحب معانی کا۔ میں نے کہا بس اسی طرح ہم لوگوں کو تو مٹھائیوں کے صرف نام یاد ہیں اور حاجی صاحب مٹھائیاں کھاتے ہیں تو علماء جو حاجی صاحب کے پاس جاتے ہیں وہ مٹھائی کھانے جاتے ہیں۔ (الافاضات ج ۱۰ ص ۱۶) آپ یہ بھی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب کا علم ایک سمندر تھا کہ موجیں مار رہا تھا حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے (قصص

الاکابر ص ۶۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی خود اپنے زمانہ کے عالم با عمل اور ولی کامل اور صاحب دل بزرگ ہوئے ہیں آپ کا یہ بیان کہ حضرت حاجی صاحب صاحب معنی ہیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت حاجی صاحب کو روحانیت میں بہت اعلی مقام عطا فرمایا تھا۔ حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات میں حضرت حاجی صاحب کا بہت ہی زیادہ ذکر خیر موجود ہے ہم ان میں سے چند ایک درج ذیل کرتے ہیں جس سے آپ اندازہ کریں کہ حضرت تھانوی آپ کو کس عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(۱) واللہ حاجی صاحب بھی اپنے زمانہ میں عجیب چیز تھے آخر کوئی بات تو تھی جو تمام عالم انکے کمال کو تسلیم کئے ہوئے ہے (وعظ۔ تکمیل الانعام ص ۱۷)

(۲) حضرت حاجی صاحب کی ذات بابر کات مخلوق کیلئے رحمت تھی حضرت کے فیض باطن و ظاہر سے بڑا ہی نفع مخلوق کو پہونچا آخر کوئی چیز تو حضرت میں تھی کہ جس کی وجہ سے باوجود حضرت کے اصطلاحی عالم نہ ہونے کے مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی جیسے امام وقت حضرت سے تعلق ارادت رکھنے کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے (الافاصات ج ۶ ص ۲۱۰)

(۳) حضرت حاجی صاحب کا کمال دیکھئے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ مستفیض ہوتے تھے (قصص الاکابر ص ۶۱)

(۴) حضرت حاجی صاحب میں اللہ نے ایک حجت پیدا کی تھی ان کو اگر حجۃ اللہ فی الارض کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا (الافاضات ج ۱ ص ۱۲۶)

(۴) حضرت حاجی صاحب اپنے زمانہ میں حجۃ اللہ فی الارض تھے جو علوم صدیوں سے مخفی تھے اللہ تعالی نے انکی زبان سے ظاہر فرمادئے (ایضاص ۲۱۰)

حضرت تھانویؒ نے مرض الوفات میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی کہ

(۵) ہمارے حضرت حاجی صاحب حجۃ اللہ فی الارض تھے مگر میں کہتا ہوں چاہے اسے کوئی دعوی سمجھے کہ اس نے سمجھا سب نے نہیں۔ ہاں جن لوگوں کو انہوں نے سمجھانا چاہا حق تعالی نے انکی مراد پوری کر کے انکو سمجھادیا (اشرف السوانح ج ۴ ص ۱۲۰)

تیرھویں صدی میں جگہ جگہ تصوف کے نام پر بدعات و خرافات کے دروازے کھلے اور کئی پیر اور ملنگ

طریقت کے نام پر اپنی دکانیں سجانے لگے یہ لوگوں کے ایمان واخلاق پر ڈاکہ ڈال رہے تھے حضرت حاجی صاحب نے اس ماحول میں فن تصوف کو اسکی صحیح شکل میں پیش کیا اور اس باب میں پیدا کی جانے والی ساری غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا حضرت تھانویؒ نے اس جہت سے آپ کو امام اور مجدد مجتہد اور محقق فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے حضرت کی ذات بابرکات سے عالم کو بڑا فیض ہوا بے شمار گم کردہ راہوں کو راہ مل گئی حضرت کی بدولت فن سلوک کی درسگاہیں کھل گئیں آپ کی دعا کی برکت سے صدیوں کا مردہ طریق زندہ ہو گیا اب صدیوں ضرورت نہیں (الافاضات ج ۶ ص ۱۵۸)

آپ کا ارشاد ہے

حضرت اپنے فن میں امام مجتہد محقق مجدد تھے حضرت کی بدولت مدتوں بعد یہ طریق زندہ ہوا یہ خدا کا فضل ہے کہ جس سے چاہے اپنا کام لے لے بظاہر دیکھنے میں تھانہ بھون کے ایک شیخ زادہ معمولی حیثیت کے معلوم ہوتے تھے مگر باطن اللہ کے نور سے معمور تھا (ایضا ص ۱۰۴)

آپ کا یہ بیان بھی دیکھیں

میں تو حضرت حاجی صاحب کو اس فن خاص یعنی تصوف کا مجدد کہتا ہوں حضرت نے فن کو بہت ہی سہل کر دیا ہے برسوں کی راہ کو ہفتوں کی راہ بنادیا ہے (مقالات حکمت ص ۱۴۹)

آپ یہ بھی فرماتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب اپنے زمانہ کے جنید اور بایزید تھے فن طریقت کے امام اور مجتہد تھے یہ انکے ہی سب برکات ہیں جو خاص انکے سلسلہ میں نظر آتے ہیں صدیوں کے بعد ان ہی کی بدولت اس طریق کی تجدید ہوئی طریق مردہ ہو چکا تھا اب پھر زندہ ہوا ہے یہ سب انہی کی برکت ہے حضرت کی عجیب شان ہے (الافاضات ج ۶ ص ۳۷ و ص ۱۰۳)

حضرت حکیم الامت کے نزدیک حضرت حاجی صاحب کی شخصیت جامع شریعت و طریقت تھی اور آپ حضرت کو وقت کے غزالی اور رازی سمجھتے تھے آپ فرماتے ہیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج رازی وغزالی پیدا نہیں ہوتے وہ حضرت حاجی صاحب کے ان ملفوظات کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ غزالی ورازی اب بھی ہوتے ہیں یا نہیں یہ شان تھی حضرت کی ۔

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

(الافاضات ج ۲ ص ۸۳)

ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب کو خواب میں اس حال میں دیکھا کہ آپ کا نام ایک ترازو پر لکھا ہوا ہے اور وہ ترازو آسمان سے اتری ہے اس نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ سے اسکی تعبیر دریافت کی آپ نے بتایا کہ

ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں تو یہاں ایک سے مراد شریعت ہے اور دوسرے سے طریقت پس ہمارے مرشد دونوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ ایک کے غلبہ سے دوسرے کا حق ضائع نہیں فرماتے (مقالات ص ۴۲)

ولایت کے مراتب میں ایک مقام صدیقیت بھی ہے حضرت تھانوی کے نزدیک حضرت حاجی صاحب کو اللہ نے یہ مقام عطا فرمایا تھا آپ فرماتے ہیں

حضرت اپنے زمانہ میں صدیق اعظم تھے (جو بہت بڑا مرتبہ ہے مراتب ولایت میں سے ۔(وعظ سلوۃ الحزین ص ۱۹)

حضرت تھانویؒ کی احتیاط دیکھئے کہ آپ کو صدیق اعظم کہا صدیق اکبر نہیں کہا اور پھر اپنے زمانہ کی قید بھی لگادی تاکہ پچھلے صدیقین کی بے ادبی نہ ہو اور کسی کو غلط فہمی بھی نہ رہے۔ اللہ والے ادب واحتیاط کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور محبت وعقیدت کے ساتھ ساتھ شریعت کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتے ہین حکیم الامت حضرت تھانوی کی درج ذیل تحریر میں آپ کی اپنے شیخ کے ساتھ عقیدت ومحبت دیکھئے ۔ آپ اپنی کتاب اکسیر فی اثبات التقدیر کے شروع میں لکھتے ہیں

یہ احقر آستانہ فیض کاشانہ امام العارفین مقدام الراسخین سراج الاولیاء تاج الکبراء زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ سید السادات جنید الزمان بایزید الدوران سیدی وسندی ومعتمدی ومستندی ذخیرۃ یومی وغدی حضرت مرشدنا

ومولانا الحافظ الحاج الشاه محمد امداد الله المهاجر التهانوی مولدا والمکی موردا الفاروقی نسبا الحنفی مذهبا الصوفی مشربا ادامه الله تعالی کاسمه الشریف امداد ا من الله علی العباد وافاضة علی طالبی الرشاد (اکسیر فی اثبات التقدیر ص ۷)
یہ ہے وقت کے حکیم الامت کی عقیدت اپنے زمانہ کے امام طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے۔ اس سے آپ خود اندازہ لگایئے کہ حضرت حاجی صاحب روحانیت و معرفت کے کتنے سمندر اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے۔

حضرت تھانویؒ اپنے شیخ ومرشد کی نظر میں

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو حکیم الامت حضرت تھانوی سے خصوصی لگاؤ اور پیار تھا اور آپ ان سے بڑی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ جب کوئی شخص حضرت حاجی صاحب سے سوال کرتا کہ یہ (یعنی حضرت تھانویؒ) کون ہیں تو حضرت جواب میں ارشاد فرماتے کہ یہ میرے پوتے ہیں (اشرف السوانح ج ا ص ۱۹۳) اور کبھی کبھی آپ کو غایت خصوصیت و محبت کی بناء پر صرف میاں اشرف علی فرما کر بلایا کرتے تھے (ایضا) اور آپ کو بہت دعائیں دیا کرتے تھے (قصص الاکابر ص ۴۷) ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے حضرت تھانوی سے فرمایا کہ
جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے (اشرف السوانح ج ا ص ۲۲۴)
آپ کی محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اگر میں تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھہروں؟ پھر خود فرمایا کہ اشرف علی کے یہاں ٹھہروں۔ دیکھئے یہاں کسی اور عزیز کا نام نہیں لیا ۔لیا تو ایک خادم ہی کا نام لیا۔ یہ شفقت ہوتی ہے بزرگوں کی خدام پر (وعظ۔اوج قنوج ص ۴۵)
جب حضرت تھانوی مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ایک دن اپنے شیخ کی زیارت کیلئے خلوت کے وقت میں ہی حاضر ہو گئے اور غایت شفقت کا عذر پیش کر کے معذرت چاہی کہ اس وقت حضرت کی خلوت میں مخل

ہوا۔ حضرت نے غایت خصوصیت کی بناء پر فرمایا کہ خلوت از اغیار نہ از یار اور دیر تک لطف کے ساتھ باتیں فرماتے رہے (اشرف السوانح ج ا ص ۱۸۹ ا۔ الافاضات ج ۱۰ ص ۱۰۹)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے کبھی بھی آپ کو غیر نہیں جانا ہمیشہ اپنا جانا۔ اور خلوت وجلوت میں آپ کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے رہے۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خلوت ان لوگوں سے ہے جو رہزن ہیں دین میں۔ باقی جو دین میں معین ہیں انکے پاس بیٹھنا خلوت سے بہتر ہے ایسی جلوت کو خلوت پر ترجیح ہے (وعظ التہذیب ح ا ص ۳۶)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ لکھتے ہیں

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مع اپنی خالہ کے حضرت والا (حضرت تھانوی) کے دوران قیام مکہ معظمہ پہونچ گئی تھیں خالہ صاحبہ نے حضرت حاجی صاحب سے حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ انکے لئے صاحب اولاد ہونے کی دعا کر دیجئے حضرت حاجی صاحب باہر تشریف لائے اور حضرت تھانوی سے فرمایا کہ تمہاری خالہ صاحبہ مجھ سے دعا کیلئے کہتی ہیں کہ تمہارے اولاد ہو سو دعا تو میں نے کر دی ہے لیکن میرا جی یہی تو چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم بھی رہو جو حالت میری ہے وہی حالت تمہاری بھی رہے حضرت والا نے عرض کیا جو حالت آپ کو پسند ہے وہی حالت میں بھی اپنے لئے پسند کرتا ہوں یعنی بے اولاد رہنا۔ حضرت حاجی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو حضرت تھانوی سے کس درجہ کی خصوصیت تھی کہ ہر حالت کے اعتبار سے حضرت والا کی اپنے ساتھ مشابہت چاہتے تھے۔ تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری (اشرف السوانح ج ا ص ۱۹۱۔ وعظ۔ الاجر النبیل ص ۶۵)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے عرض کیا کہ حق تعالی حضرت کو ابھی ہمارے سروں پر سلامت رکھے کتابیں اپنے پاس ہی رہنے دیجئے پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینہ سے عطا فرمائیں یہ سن کر حضرت حاجی صاحب خوشی کے مارے کھل گئے اور فرمایا کہ ہاں بھائی ہاں سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے۔

صد کتاب وصد ورق در نار کن　　سینہ راازنور حق گلزار کن

(قصص الاکابر ص ۶۲ ااشرف السوانح ص ج ۱ ص ۱۹۴)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ

حضرت حاجی صاحب نے بشارت دی تھی کہ تجھ کو اللہ تعالی دو چیزوں سے مناسبت عطا فرمائے گا تفسیر اور تصوف اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کیلئے بھی دعا کرالیتا تو اس میں بھی معتدبہ مناسبت ہو جاتی اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی دعاؤں کی برکت ہے (الافاضات ج ۳ ص ۲۴۸۔ الکلام الحسن ص ۲۵۴ ۔اشرف ج ۱ ص ۱۹۳)

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے حضرت تھانوی کیلئے حدیث وفقہ سے مناسبت کی دعا نہ فرمائی ہوگی۔ حضرت تھانوی نے حدیث اور فقہ کی جو عظیم الشان تاریخی خدمات انجام دیں ہیں اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب آپ کیلئے اللہ تعالی سے بہت کچھ مانگ رہے تھے اور اللہ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے بھی نوازا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی تمنا تھی کہ حضرت تھانوی حقائق ودقائق کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ آئندہ انہوں نے ہی امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب دل سے یہ چاہا کرتے تھے کہ یہ بات کو سمجھ لے سوان حضرات نے جو چاہا وہ ہو گیا۔ شیخ کو اپنے معتقد سے جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی فیض ہوگا۔ عادۃ اللہ اسی طرح ہے (الافاضات۔ ج ۳ ص ۳۰۲)

جب حضرت تھانویؒ مکہ معظمہ میں اپنے شیخ کے فیوض پارہے تھے جب آپ کی واپسی کا وقت آیا تو یہ سوچ کر رنج ہونے لگا کہ اب حضرت سے کس طرح فیض حاصل ہوگا۔ حضرت نے بلایا اور فرمایا کہ

وہاں بھی انشاء اللہ فیض پہنچتا رہے گا کیونکہ اصل فیض پہونچانے والے تو اللہ تعالی ہی ہیں اور شیخ محض واسطہ اور انکے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اور اللہ تعالی کے فیض زمان ومکان کی قید نہیں رکھتے (خاتمۃ السوانح ص ۱۴۳)

حضرت تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحب سے خوب خوب فیض پایا ہے اور خود حضرت کو بھی آپ پر بڑا

اعتماد تھااور حضرت تھانوی کے کوائف سے آپ نے انکی قلبی حالت کا پتہ لگالیا تھا جس سے آپ بہت خوش تھے۔جب حضرت حاجی صاحب کو حضرت تھانوی کوائف کی خبر ملی تو آپ نے لکھا

آپ کے باطنی کوائف سن کر جی بہت خوش ہوا اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا احسان ہے کہ آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی خداوند کریم اس میں ترقی عطا فرماوے اور ہمارے جمیع احباب کو نصیب فرماوے آمین ثم آمین۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں انشاء اللہ آپ کو خود اسکی محمودیت معلوم ہو جائے گی خدا کا شکر بجالایئے اوراس سے زیادتی کی شب وروز طالب رہیئے (مکتوب ۲۹)

آپ کے کوائف معلوم ہوئے نہایت خوشی حاصل ہوئی انشاء اللہ یوما فیوما ازدیاد انوار باطنی ہوگی اور خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ فائدہ عظیم ہوگا(مکتوب ۲۴)

الحمد للہ کہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے یہ مقام خوف ورجاء ہے اسی کو ہیبت وانس کہتے ہیں کبھی ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جاتا ہے دونوں کو ایک سمجھنا چاہیئے (مکتوب ۴۴)

حضرت خواجہ صاحب لکھتے ہیں

ادھر حضرت حاجی صاحب کی قوت افاضہ اپنا کام کررہی تھی تو دوسری طرف حضرت تھانوی کی قابلیت استفاضہ میں بھی کمی نہ تھی بس تھوڑے ہی عرصہ میں باہم اس درجہ مناسبت ہو گئی کہ حضرت حاجی صاحب بے ساختہ یہ فرمانے لگے کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو(اشرف السوانح ج اص ۱۶۹)

حضرت حاجی کے ایک مکتوب کے یہ الفاظ ملاحظہ کیجئے جس میں آپ نے حضرت تھانوی کے ساتھ کس طرح ربط قلبی کا اظہار فرمایا ہے

محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا حاجت نہیں دل کو دل سے راہ ہے(مکتوب ۳۹)

حضرت حاجی صاحب جانتے تھے کہ حضرت تھانوی فن تصوف کو سمجھ گئے ہیں اور اسکی باریکیوں کو پاگئے ہیں چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اپنے متوسلین اور سالکین کو حضرت تھانوی سے رجوع کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں

حضرت حاجی صاحب جنکی علمی شان یہ تھی کہ اکثر فرمادیا کرتے تھے کہ چار مسئلوں میں مجھ کو شرح صدر حاصل ہے (۱) تقدیر (۲) روح (۳) وحدۃ الوجود (۴) مشاجرات صحابہ۔ جو مسائل عظیمہ ہیں ایسی شان

والے کواس ناکارہ کی طرف ایسا متوجہ فرمایا کہ حضرت اکثر فرمادیا کرتے تھے کہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اشرف علی سے سمجھ لینا (الافاضات ج ۲ ص ۲۶۸)

ارواح ثلاثہ میں ہے

حضرت حاجی صاحب جب کسی مسئلہ کی تقریر کو ختم فرمالیتے اور کوئی شخص دوبارہ دریافت کرتا تو فرماتے کہ اس سے (یعنی حکیم الامت حضرت تھانویؒ) دریافت کرلو یہ سمجھ گئے ہیں (ارواح ص ۱۶۹)

حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب لکھتے ہیں

(حضرت حاجی صاحب سے) اگر دوران تقریر علوم و معارف حاضرین مجلس میں سے کوئی کسی مضمون ارشاد فرمودہ پر کچھ سوال کرتا تو حضرت والا (حکیم الامت تھانوی) کی جانب اشارہ فرما کر فرماتے کہ ان سے پوچھ لینا یہ خوب سمجھ گئے ہیں (اشرف ج ۱ ص ۱۶۹ و ص ۱۸۴) یہی وجہ تھی کہ حضرت حاجی صاحب گاہ گاہ حاجیوں کی زبانی حضرت حکیم الامت کو اس عنوان سے سلام کہلوا کر بھیجا کرتے تھے کہ ہمارے مہین (یعنی دقیقہ رس نکتہ شناس اور لطیف المزاج) مولوی سے سلام کہدینا (ایضاص ۱۹۴)

حضرت حاجی صاحب چاہتے تھے کہ تقدیر کے مسئلہ میں حجۃ الاولیاء علامہ ابن عطاء سکندری کی کتاب (تنویر فی اسقاط التدبیر) کا اردو ترجمہ ہو جائے شیخ کی نظر حضرت حکیم الامت پر پڑی حضرت تھانوی نے آپ کی خواہش کو سعادت سمجھتے ہوئے مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور روزانہ کے لکھے ہوئے صفحات اپنے شیخ و مرشد کو سنادیا کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب سن کر بہت خوش ہوتے اور مقدار کی زیادتی پر فرمادیا کرتے تھے کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت عطا فرمائی ہے (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۸۵)

کن لوگوں کے اوقات میں برکت ہوتی ہے اسکے لئے حضرت حاجی صاحب کا یہ قیمتی ملفوظ پیش نظر رکھئے آپ نے فرمایا

جب انسان کو عالم ارواح سے مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زمان و مکان کے ساتھ مقید نہیں رہتا اس کے کام میں برکت ہونے لگتی ہے (کمالات اشرفیہ ص ۱۵۴۔ ارواح ثلاثہ ص ۱۷۵)

حضرت تھانوی نے اسی قیام مکہ معظمہ میں ایک رسالہ انوار الوجود فی اطوار الشہود تحریر فرمایا اسکا ایک حصہ

التجلی العظیم فی احسن تقویم بھی ہے جس میں انسان کی جامعیت کی تحقیق ہے۔ حضرت تھانوی روزانہ اسکے مضامین بھی حضرت کو سناتے تھے حضرت سن کر بہت خوش ہوئے اور جوش میں آکر فرمایا

اس میں تو تم نے بالکل میرے سینہ کی شرح کر دی ہے (اشرف السوانح ج ا ص ۱۸۸)

حضرت حاجی صاحب کا حضرت تھانوی سے بہت گہرا تعلق تھا آپ جب تک مکہ معظمہ میں رہے حضرت کی توجہات پوری طرح شامل حال رہیں اور جب آپ واپس لوٹ آئے تو بھی حضرت کی توجہات میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب کے اس خط میں اسکی شہادت موجود ہے۔

آپ کا خط و کتاب اکسیر و انوار الوجود بھی پہونچی آپ کے خط کے مضمون سے آگہی ہوئی طبیعت نہایت خوش ہوئی اللہ تعالی مبارک کرے انشاء اللہ دن بدن ترقی ہو گی۔ باطن فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ ہے (مکتوبات امدادیہ مکتوب نمبر ۱۸)

ایک اور خط کے الفاظ دیکھئے۔

مطمئن خاطر رہنا چاہئیے میرا تعلق خاطر تمہاری جانب مصروف ہے (ایضا ۲۸)

ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا

خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ سے فائدہ عظیم ہو گا ہر وقت ایک خیال خاص تمہاری طرف رہتا ہے (ایضا ۲۴)

حضرت تھانوی نے اپنے دوسرے رسائل بھی بھیجے حضرت حاجی صاحب ان رسائل کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور لکھوا بھیجا کہ

انشاء اللہ تم سے مسلمانوں کو بہت نفع پہونچے گا (اشرف السوانح ج ا ص ۱۹۴)

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا

جزاء الاعمال بھی پہونچی فقیر کو پسند آئی فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالی آپ کی ظاہر و باطن میں ترقی کرے (مکتوب نمبر ۴۴)

حضرت حاجی صاحب کی رائے حضرت تھانوی کے بارے میں کیا تھی اور آپ حضرت تھانوی کو کس نظر سے دیکھتے رہے اسے اور ملاحظہ فرمائیں حضرت تھانوی نے اپنے انتقال سے چند روز قبل ایک مجلس میں فرمایا کہ

میں نے تو اپنے آپ کو مواشی سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا لیکن حضرت حاجی صاحب کی جوتیوں کی برکت سے مجھے وہ بات نصیب ہوگئی کہ حضرت نے ایک بشارت دی جس کو میں نے اسلئے کبھی ظاہر نہیں کیا کہ گالیاں پڑیں گی بڑے بڑے اکابر کا نام لے کر فرمایا جنکی جوتیوں کے برابر بھی میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ یہ ان سے بھی بڑھ چلے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اسکو آئندہ کیلئے بشارت سمجھا اب تک تو اس قابل میری حالت نہیں ہوئی (اشرف السوانح ج ۴ ص ۳۶)

اللہ اللہ۔ کسر نفسی کی انتہا دیکھئے کہ علم و فضل کے اس اونچے مقام پر ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہ جانا اور یہ بھی اس وقت کی بات ہے جب ہزاروں علماء آپ کے فیض علم و صحبت سے سیراب ہو رہے تھے اور ایک دنیا آپ کی تحریر و تقریر سے مستفید ہو چکی تھی۔ سچ ہے کہ جو اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور اٹھاتے ہیں اور اس بلندی پر لے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ حضرت حاجی صاحب کی کرامت اور آپ کی دعا تھی کہ لاکھوں مسلمانوں نے آپ سے بواسطہ اور بلاواسطہ فیض پایا ہے۔ حضرت نے ایک خط میں لکھا کہ

اللہ تعالیٰ آنعزیز کو ترقی ظاہر و باطن عطا فرماوے و خلق اللہ کو مستفید بفوائد صوری و معنوی کرے آمین انشاء اللہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیر کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا (مکتوب ۳۸)

حضرت تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحب کے دل میں کس قدر جگہ پائی تھی اسکے لئے حضرت کے مختلف خطوط کی ابتدائی سطریں دیکھئے

جامع الکمالات عمدۃ السالکین تحیۃ الواصلین حضرت العالم الحاج ...... جناب فیض مآب محب صادق و مخلص واثق ...... سعادت آثار رحمت اطوار عزیز باتمیز ...... فیض درجت سراپا عنایت ...... راحت جان عزیزی بابرکت مولوی اشرف علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ...... زاد اللہ محبتہ و معرفتہ

حضرت حاجی صاحب کے مذکورہ ارشادات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضرت کے حین حیات حکیم الامت حضرت تھانوی کے فیوض وافاضات کا چشمہ جاری ہو گیا تھا۔ حضرت نے اس چشمہ فیض کے ہمیشہ جاری رہنے کی تمنا فرمائی اور اسکے لئے دعائیں کیں اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعاؤں کو قبولیت سے نوازا۔ دنیا گواہ ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی کے چشمہ فیض سے عرب و عجم کے لوگ سیراب

ہوئے اور ہو رہے ہیں ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں جو علمی و عملی فیض حضرت حکیم الامت سے جاری ہوا اسکے پیش نظر حضرت تھانوی اکیلے ہو کر سراپا انجمن تھے اور جو کام بڑی بڑی جماعتوں سے انجام نہیں پائے وہ حضرت کی ایک فکرو نظر اور توجہ وہمت سے حل ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہر صاحب باطن بے ساختہ پکار اٹھتا۔

این کار از تو آید مرداں چنیں کنند

شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ کے اکابر علماء دیوبند کے ساتھ مخلصانہ اور محبانہ تعلقات اور ان پر ہر وقت لطف وکرم کی عنایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ......

حجة الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمه الله تعالى

قطب الارشاد حضرت مولانا رشيد احمدگنگوهي رحمه الله تعالى

حكيم الامت حضرت مولانا اشرف على تهانوى رحمةالله تعالى عليه

یہ سب حضرات اپنے اپنے وقت میں اہل سنت کے مقتداء اور رہنما تھے...... جامع شریعت وطریقت تھے ...... عالم باعمل تھے اور عارف باللہ تھے ...... ان حضرات پر لگائے گئے سب الزامات غلط رہے ...... ان بزرگوں کا دامن ان برائیوں سے پاک ہے ۔اس بات کی شہادت حضرت مولانا خواجہ پیر مہر علیشہاہ صاحب گولڑوی کے شیخ ومرشد...... اور حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب کے مقتداء وپیشوا دے رہے ہیں جنہیں معروف بریلوی عالم مولانا احمد سعید کاظمی نے اکابر علماء اہل سنت اور علماء حق میں تسلیم کیا ہے (دیکھئے الحق المبین ص ۱۴)

جب اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو اپنا رہبر اور مرشد اور ولی کامل تسلیم کرتے ہیں تو پھر اہل سنت میں یہ انتشار وافتراق کیوں ہے ؟ اور کس نے اہل سنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہے ؟ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات پھر سے اہل سنت مسلمانوں میں اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہے بشرطیکہ ضد اور تعصب اور تکفیر مسلم کا مشغلہ ختم کیا جائے۔

عارف باللہ حضرت حاجی صاحب کو اللہ تعالی نے گو بہت سے کمالات سے نوازا تھا تاہم آپ کی جو صفت

ذریمہ پورے عالم میں نیر تاباں ہو کر چمکی وہ ایک شیخ و مرشد ہونے کی حیثیت ہے۔

اہل سنت کی دونوں صفوں میں اتحاد واتفاق کی راہ

عارف باللہ حضرت حاجی صاحب کے نقش قدم پر اہل سنت کے دونوں دھڑے پھر ایک صف میں آسکتے ہیں عقاید اور اخلاق میں سب حاجی امداد اللہ صاحب کے مسلک پر آجائیں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو زیب شریعت اور شناور ان بحر حقیقت جانیں حضرت حاجی صاحب کے حقیقی خلفاء کے زیر تربیت اپنے دلوں کا زنگ دھوئیں اور ان سے روحانی تربیت حاصل کریں

رہے مسائل کے اختلافات تو انہیں اس طرح برداشت کریں جیسے ائمہ اربعہ کے مقلدین ایک دوسرے کے اختلافات کو برداشت کرتے ہیں انکا عمل گو کسی ایک طریقے پر ہوتا ہے لیکن وہ دوسروں کے اختلافات کو گوارا کرتے ہیں اور انہیں حق سے خارج نہیں سمجھتے

حضرت حاجی صاحب کے رسالہ ہفت مسئلہ میں جو مسائل ہیں انہیں فقہاء کرام کی تحقیقات سے سمجھیں اور جو اسکے خلاف عمل کریں اسکی مذمت واذیت کے درپے نہ ہوں۔ شمس ارباب ولایت سرکار بغداد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی ہم سب کے روحانی پیشوا ہیں لیکن ہم انکے بعض مسائل (جیسے آمین بالجہر) پر عمل نہیں کرتے ہم حنفی ہیں وہ حنبلی تھے اسی طرح بعض اہل علم اگر ہفت مسئلہ کے بعض مسائل سے فقہی اختلاف کریں تو اس اختلاف کی اساس پر کوئی فریق کسی فریق کی تفسیق و تکفیر نہ کرے اسلام میں عقائد میں وسعت نہیں ہے عقیدے میں ایک ہی بات حق ہو سکتی ہے دو نہیں لیکن اعمال میں اسلام نے ہمیں وسعت دی ہے اور فروعات میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالی اہل سنت مسلمانوں کو صحیح فہم ودانش عطا فرمائے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور ان سے درس محبت لینے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین

وصلی الله علی سیدنا ومولانا محمد سیدالمرسلین وخاتم النبیین وعلی آله الطیبین واصحابه الطاہرین وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین آمین یارب العالمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مجمع البحرین

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی1308ھ

حضرت مولانا محمد قاسم1297ھ
حضرت مولانا رشید احمد 1323ھ
حضرت مولانا خلیل احمد 1346ھ
حضرت مولانا اشرف علی 1362ھ

مولانا عبدالسمیع رامپوری مؤلف انوار ساطعہ

حکیم سید دائم علی عظیم آبادی1325ھ والد مولانا برکات احمد

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی(1356ھ)

مربی اور مفتی میں اصولی فرق ہے مرشدان گرامی مریدوں کی تربیت میں کبھی نرمی سے بھی کام لیتے ہیں اور انہیں خلاف اولیٰ اور رسوم عقیدت سے روکتے نہیں، مریدان سعادت مند ان باتوں کو اسی درجے میں رکھتے ہیں۔ منع کرنے والوں کی کبھی تکفیر نہیں کرتے۔ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے بھی کبھی علماء دیوبند کو کافر نہ کہا تھا نہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے۔ مفتی حضرات شریعت کے امین ہوتے ہیں وہ خلاف اولیٰ کے حق میں بھی فتوے نہیں دیتے۔ سید حضرت حاجی صاحب مربی کے طور پر بعض رسوم کو گوارا کر لیتے اور یہ محض بطور علاج ہوتا زیب شریعت ہمیشہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو ہی کیا کہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

عارف باللہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ

الٰہی یہ گلزار ہے عالم تیرا عجب نقش قدرت نمودار تیرا
عجب رنگ بے رنگ ہر رنگ میں ہے یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا
یہ نقشہ دوعالم کا جلوہ گر ہے ہے پردے میں روشن سب انوار تیرا
بہر رنگ ہر شئے میں ہر جا پہ دیکھو چمکتا ہے جلوہ قہردار تیرا
تو ظاہر ہے اور لاکھ پردے میں ہے تو توباطن ہے اور سخت اظہار تیرا
تو اول تو آخر تو ظاہر توباطن توہی ہے توہی یاکہ آثار تیرا
الٰہی میں ہوں بس خطا وار تیرا مجھے بخش ہے نام غفار تیرا
الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری کہاں جاوے اب بندہ ناچار تیرا
دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی کہ دارو بھی تیری اور آزار بھی تیرا
جہاں لطف غم ہے وہاں خار غم ہے ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں عجب تیری قدرت کار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکان ہے کہ جس جا نہیں ذکر واذکار تیرا
تو اول نہیں ابتدا یارب تیرا تو آخر نہیں انتہا کار تیرا
نظر کو اٹھاکر جدھر دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا
عفو کس سے چاہے گنہ گار تیرا کہو کس سے چھوٹے گرفتار تیرا
نگاہ کرم ٹک بھی کافی ہے تیری میں ہوں بندہ گرچہ بہت خوار تیرا
اٹھا غم رکھ امید **امداد** حق سے تجھے غم کیا ہے اے غم خوار تیرا

چلو مدینے چلو مدینے

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

کہے ہے شوق نبی یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے

خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مریں گے اب تو نبی کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہو دولت
تو سرقدم ہوکے ورد یہ کر چلو مدینے چلو مدینے

یہ جذب عشق محمدی ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہوکے مضطر چلو مدینے چلو مدینے

جو کفر و ظلم وفساد وعصیان ہراک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے چلو مدینے

رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوق نبی سے سینے
صدا یہ کے میں کوبکو ہے چلو مدینے چلو مدینے

ہلاکت **امداد** اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے